جامعہ مدنیہ لاہور کا علمی ، ادبی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

نگرانِ اعلیٰ :

حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ ، لاہور

ماہنامہ

انوار مدینہ

مدیر اعزازی : پروفیسر یوسف سلیم چشتی

جلد : ۱ : شمارہ : ۱۲

ربیع الاول ۱۳۹۱ھ : مئی ۱۹۷۱ء

مدیر معاون حبیب الرحمٰن اشرف

مرتب

حبیب الرحمٰن اشرف

فاضل جامعہ مدنیہ ۔ لاہور

پتہ : جامعہ مدنیہ ○ کریم پارک ○ راوی روڈ ○ لاہور

فون : ۶۲۹۳۲

اس شمارے میں

بدل اشتراک:	سالانہ	طلبہ کے لیے	ششماہی
	۵ روپے	۴ روپے	۳ روپے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

یہ مُبارک مہینہ وہی ہے جس میں آفتاب نبوّت طلوع ہوا۔ دنیا سے اندھیرے سمٹ گئے۔ اُمّید کی کلی کِھلی۔ چمنستانِ رجا میں بہار آئی۔ ہر دل کی مراد بر آئی۔ دنیا کو سکون نصیب ہوا۔ اُن کے آقا و مولیٰ سب کے ساتھ ان ہی جیسی معیشت گزارتے سب کچھ میسّر آنے کے باوجود اپنے پاس کچھ نہ رکھتے۔ غریب و امیر کے فرق کے بغیر سب پر اتنے مہربان رہتے کہ ملنے والے کو دھوکہ ہوتا کہ شاید میں ہی بہت محبوب ہوں کہ میرا اتنا خیال رکھتے ہیں۔ رُخِ انور پر صفاتِ حلم و عفو و درگذر گویا آفتابِ نبوّت کی عظیم کرنیں تھیں۔

اہلِ خانہ کے ساتھ سلوک کا یہ حال تھا کہ ارشاد ہوا: انا خیرکم لاھلی میں اپنے گھر والوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کان یکون فی مھنۃ اھلہ۔ آپ اپنے گھر والوں کے عام کاموں میں لگے رہا کرتے تھے۔ (یعنی جب موقع ملتا)۔

اظہار جاہ و جلال کے لیے لوگوں کا کھڑا رہنا سخت ناپسند تھا۔ لا تقوموا لی کما یقوم الاعاجم لملوکھم۔

دنیا سے بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم ہمیشہ کے لیے ختم فرما دی۔ عورت کو سربلندی اور اس کا جائز مقام نصیب ہوا۔

یتیم، بیوہ، بے سہارا لوگوں کو سہارا میسر آیا۔ بیت المال سے ایسے لوگوں کی

ضروریات کا تکفل کیا گیا۔ عین جہاد میں بھی بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قابلِ رحم و عفو قرار دیا۔ جان کی طرح مال اور آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری لی گئی۔ غریبوں میں خودداری بیدار ہوئی۔ اعلان ہوا۔

اَلَا اِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَتِ یَوْمِکُمْ فِیْ شَہْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا۔

دیکھو! تمہارے خون تمہارے مال تمہاری عزت و آبرو ایک دوسرے کے لیے ایسی ہی محترم چیزیں ہیں (اور ان کا تلف کرنا ایسا ہی حرام ہے جیسے تم زمانہ جاہلیت سے) اس مبارک دن میں، اس مبارک مہینہ میں اس شہر میں (جانتے ہو)۔

عدل و انصاف کا حصول ہر شخص کے لیے مسلمان ہو یا غیر مسلم آسان فرما دیا۔ روئے زمین عدل و انصاف سے بھر گئی۔ بندوں کی طرف رحمتِ خداوندی بدرجۂ کمال متوجہ ہوئی۔ ذرّہ ذرّہ اس رحمت سے سیراب ہوا۔ حتّٰی کہ برکاتِ رحمت سے جانور بھی محروم نہ رہے۔ بارشیں برسیں، سبزے لہلہائے۔ ہر چیز کی فراوانی ہوئی۔ یہ سب کچھ رحمتِ عالم کے طفیل ہی ہوا۔

اللّٰھم صلّ علیہ و علیٰ اٰلہٖ و اصحابہ و بارک و سلم کما تحب وترضی عدد ما تحب و ترضی ——

وفات

حضرت مولانا محمّد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری، جنھوں نے تحفّظِ ختمِ نبوّت کا اہم اور اعلیٰ فریضہ جو جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنایا۔ اسی کو عزیز از جان اور متاعِ جاوداں سمجھتے ہوئے اپنی عمر کے قیمتی اوقات اور جملہ صلاحیتیں اسی

مسئلہ کے اثبات و تحفظ میں صرف کر دیں۔ گویا اپنے قیمتی اوقات کو اور بھی قیمتی بنا لیا۔ حتّٰی کہ اسی میں جان دے دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی عنا و عنہ۔ اٰمین

ان کی زندگی قابلِ رشک ہے ۔۔۔ کہ نہایت سادہ و بے تکلف وضع سے رہنے کے عادی تھے۔ حضرت مولانا غلام غوث صاحب فرماتے تھے کہ جوانی کے دور میں اُنہیں کھانے پینے کی بالکل پروانہ ہوتی تھی۔ اگر میسر آیا کھا لیا ورنہ چنے وغیرہ کھا کر گزارہ کر لیتے تھے اور تبلیغ کے لیے آگے چلے جاتے تھے۔ اب آخر عمر میں قدرے پرہیز اور احتیاط شروع فرمائی تھی۔ ان کی ذہنی استعداد اور علمی قابلیت مسلم تھی۔ کوئی بھی موضوع دے دیا جائے تقریر میں اس موضوع سے نہ ہٹتے تھے۔ مشکل سے مشکل موضوع کو مثالیں دے کر ایسا واضح کر دیتے تھے کہ جاہل سے جاہل بھی سمجھ جائے۔ اور دلائل کے لیے تو ان کا ذہن ایسا عجیب تھا کہ کوئی بھی بات ہو اس پر جتنی چاہیں معقول دلائل ان سے لے لیں۔ بہر حال اُن کی ذات نئے آنیوالے مبلغین کے لیے ایک درس اور لائق اتباع تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وغفر لنا ولہ۔

ہم ان کے پس ماندگان اور اُن سے تعلق رکھنے والے احباب سے تعزیت کرتے ہیں اور ہم خود بھی اس غم میں شریک ہیں۔ اعظم اللہ اجرھم وخلفھم بخیر۔ اٰمین

وفات

حضرت مولانا مُفتی عبدالدّیان صاحب کیمبلپوری رحمہ اللہ

حضرت مولانا کی شخصیت ضلع کیمبلپور کی علماء خیز زمین کا ایک بہت بڑا سہارا تھی۔ کیمبلپور میں ہزارہ وغیرہ کی طرح حضرت اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہم کی اور ان کے ساتھیوں کی کوششیں رائگاں نہیں گئیں۔ اُن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان علاقوں کی قسمت بدل دی۔ بہ کثرت علماء و صلحاء جوان ہی اکابر کے سلسلوں

کے شاگرد ہوتے ہیں۔ پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ تا دیر قائم رکھے۔

ایسے علاقہ میں جس شخصیت کے علم و تقویٰ اور فتوے پر اعتبار یا انحصار کیا جاتا ہو وہ یقیناً اس سرزمین کے لیے ایک رحمتِ خداوندی ہی ہے۔ اور اس کا اٹھ جانا ایک بہت بڑے سایہ کا اُٹھ جانا ہے۔

تغمدہٗ اللہ برحمتہ واسکنہ الفردوس الاعلیٰ

ان کے خلفِ رشید مولانا ظہور الحق صاحب مدرس جامعہ مدنیہؒ ہیں۔ ادارہ "انوارِ مدینہ" ان کی خدمت میں اور ان کے بھائیوں، والدہ محترمہ اور دیگر اقارب و احباب کی خدمت میں مضمون تعزیت پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس مصیبت پر اجرِ کثیر مرحمت فرمائے۔ آمین ——

فتنوں کی سرکوبی — قسط : ٦

اولٰئک ھم الراشدون

"خلافت و ملوکیت" کے جواب میں!

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا السید محمد میاں صاحب ادام اللہ معالیہم

ماننا پڑتا ہے کہ ان شورہ پشت لوگوں کو پروپیگنڈے کی وُہ مہارت حاصل تھی کہ شاید موجودہ ترقی یافتہ دور بھی اس کی مثال پیش نہ کر سکے۔ کوفہ میں جو حرکتیں کیں ان کا نتیجہ ندامت رہا۔ مگر پھر بھی پروپیگنڈے کا یہ عالم تھا کہ نہ صرف کوفہ بلکہ مدینہ کی فضاء بھی ان کے پروپیگنڈے سے گونج اٹھی۔ اور یہ عام سوال پیدا کر دیا گیا کہ آخر ولید کو سزا کیوں نہیں دی جاتی۔

بخاری شریف کی ایک روایت کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے جس سے اس ہمہ گیر پروپیگنڈے کا اندازہ ہوگا عبید اللہ بن عدی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث نے مجھ سے فرمایا حضرت عثمان تمہارے ماموں ہیں۔ تمہیں کیا رکاوٹ ہے۔ تم ان سے ان کے بھائی ولیدؓ کے بارے میں بات کیوں نہیں کرتے۔ حضرت عثمانؓ جو ان کے معاملہ میں ڈھیل دے رہے ہیں۔ اس سے لوگوں میں بہت چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں اور بہت کچھ کہا جارہا ہے۔

عبید اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عثمان کے یہاں ایسے وقت پہنچا کہ وُہ نماز کے لیے جانے والے تھے میں راستہ میں کھڑا ہو گیا۔ جب حضرت عثمان تشریف لائے تو میں نے عرض کیا۔ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ اور وُہ آپ کی خیر خواہی ہی کی بات ہے۔

حضرت عثمان : ایھا المرء اعوذ باللہ منک (اجی حضرت! آپ سے خدا کی پناہ)

حضرت عثمانؓ نے یہ جواب دیا، میں لوٹ آیا۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت مسعودؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے ان کو بتایا کہ یہ میں نے کہا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا۔ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا۔ اب آپ اپنا فرض پورا کر چکے۔

حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں میں انہیں کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آدمی آیا۔ (کہ آپ کو بلا رہے ہیں) ان دونوں نے کہا اب تمہاری خیر نہیں۔ (تمہیں اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈال دیا) بہر حال میں چلا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ خیر خواہی کی بات کیا ہے؟ جو آپ ابھی (نماز سے پہلے) فرما رہے تھے۔ میں نے قاعدہ سے گفتگو شروع کی پہلے خطبۂ[۱] شہادت پڑھا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ ان پر کتاب نازل کی۔ آپ ان میں سے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس پر ایمان لائے پھر ہجرت مدینہ سے پہلے دو مرتبہ ہجرت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ آپ کے طور وطریق کو آپ دیکھتے رہے۔

" ولید بن عقبہ کے بارے میں لوگ بہت کچھ کہہ رہے ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ ان پر حد جاری کریں۔"

حضرت عثمانؓ نے پہلے تو یہ فرمایا ہمشیر زادے کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ کیا آپ کا زمانہ پایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہ میں نے دیکھا نہ آپ کا زمانہ پایا۔ البتہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وہ تعلیمات جو پردہ نشین کنواری لڑکیوں کے پردہ کے اندر تک پہنچ چکی ہیں وہ مجھے بھی پہنچیں۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ جواب دیا۔ اول خطبہ شہادت پڑھا۔ پھر فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق وصداقت کی دعوت دینے کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ اور میں ان میں سے تھا جنہوں آپ کی دعوت قبول کی۔ اسلام سے مشرف ہوا۔ آپ کی تعلیمات پر ایمان لایا۔ پھر جیسا تم نے کہا دو دفعہ ہجرت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کے شرف سے مشرف ہوا۔ آپ سے بیعت کی۔ اور خدا جانتا ہے میں نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ کبھی کوئی خیانت نہیں کی۔ یہاں تک کہ آپ کی

---

[۱] یہ قاعدہ تھا کہ اہم گفتگو کے وقت بھی بات شروع کرنے سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی نحمدہٗ ونستعینہٗ الخ

وفات ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنایا۔ خدا جانتا ہے میں نے کبھی ان کی نافرمانی یا ان کے حق میں کوئی خیانت نہیں کی۔ پھر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ بنائے گئے۔ ان کے ساتھ بھی میرا یہی سلوک رہا۔ اور نہ کبھی ان کے فرمان سے سرتابی کی۔ اور نہ ان کے معاملہ میں کوئی خیانت کی۔

(حضرت عمرؓ کے ساتھ رہنے اور ہر مشورہ میں شریک رہنے کے باعث حضرت عثمانؓ کو ردیفِ عمرؓ کہا جاتا تھا طبری صد ۸۳ ج ۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مجھے خلیفہ بنایا گیا۔ اب تم ہی بتاؤ جس طرح حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہما) کا حق میرے اوپر تھا کیا میرا حق آپ لوگوں پر نہیں تھا۔ میں نے کہا ضرور ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر یہ کیا باتیں ہیں جو مجھ تک پہنچ رہی ہیں۔ باقی جہاں تک ولید کا معاملہ ہے تو عنقریب اس پر حد جاری کی جائے گی۔ (بخاری شریف صد ۵۴۶، ۵۲۲)

غور فرمایئے یہ ماموں بھانجے کی گفت گو ہے۔ ماموں صاحب بھانجے سے پناہ مانگ رہے ہیں۔ اور بھانجے صاحب ماموں صاحب کو ایمانیات کی تلقین کر رہے ہیں، گویا تجدید ایمان کرا رہے ہیں۔ اس سے اقارب پروری کے پروپیگنڈے کی حقیقت بھی سامنے آرہی ہے۔ اور یہ بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ پروپیگنڈہ کرنے والے کس درجہ ماہر فن تھے۔ انہوں نے کہاں کہاں تک اثرات پھیلائے اور کتنے سادہ اور بھولے مسلمانوں کو امتحان اور آزمائش میں ڈال دیا۔

حالاتِ کوفہ کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ حضرت ولید بن عقبہ کا قصہ یہاں ختم ہو رہا ہے۔ یہ تمام قصہ ابن اثیر۔ ابن خلدون وغیرہ نے (بقول مودودی صاحب مستند ترین مورخین نے) بیان کیا ہے ہم نے صرف تاریخ الامم والملوک تاریخ طبری (مطبوعہ بیروت من مکتبہ البیان) کے صفحات کے نمبر درج کیے ہیں۔ ان واقعات میں ہم نے نہ کمی بیشی کی۔ نہ کسی طرح کی حاشیہ آرائی کی ہے۔ صرف یہ کیا ہے کہ عربی زبان کے بجائے اردو زبان میں ان کو نقل کر دیا ہے۔ اب مطالعہ کرنے والے حضرات خود غور فرمائیں کہ حقیقت کیا ہے؟

۱: آپ نے ملاحظہ فرمایا کچھ آوارہ گرد ایک شخص کو قتل کر دیتے ہیں۔ قاتلوں سے قصاص لیا جاتا ہے

تو ان کے باپ ولیدؓ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں ۔ان کے ساتھ کچھ وہ ملازمت پیشہ بھی مل جاتے ہیں جن کو ولیدؓ نے معزول کر دیا تھا۔ (طبری صـ٦٢ ج ۵) پھر وہ کوفہ سے مدینہ منورہ تک پروپیگنڈے کا طوفان برپا کر دیتے ہیں۔

۲: آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ ولیدؓ جب عرب الجزیرہ کے عامل ہیں (کمشنر) تو نومسلموں کے ساتھ ہمدردی اور ان کی غیر معمولی امداد بھی کرتے ہیں اسی امداد نے ابوزبید کو ان کا اتنا مرہونِ منت کیا ہے کہ وہ آپ کا ہو رہا ہے۔

۳: آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ ولید بن عقبہؓ شروع ہی سے خدمات انجام دیتے رہے۔ عامل رہے، مجاہد رہے، مجاہدوں کے افسر رہے۔ بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ اردن کے گورنر رہے۔ پھر فاتح فارس بنے۔ باغیوں کی سرکوبی کی۔ ان کا تازہ کارنامہ یہ تھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایران کے جو علاقے باغی ہو گئے تھے ان کو دوبارہ مطیع کیا۔ آذربائیجان اور آرمینیہ کو دوبارہ فتح کیا۔

۴: طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ کوفہ کی چھاؤنی میں چالیس ہزار فوج رہتی تھی جس میں تیس ہزار ریزرو رہتی تھی۔ اور نمبروار دس ہزار فوج سرحدوں پر جہاد کرتی رہتی تھی۔ اس کے دو حصے ہوتے تھے۔ چھ ہزار مجاہدین آذربائیجان کے محاذ پر اور چار ہزار "رے" کے محاذ پر۔ ولید بن عقبہؓ بڑے حصہ کے کمانڈر رہتے تھے۔ جس سے انہوں نے آذربائیجان اور آرمینیہ کو دوبارہ فتح کیا تھا (صـ۵ـ۴ ج ۵)۔

ان تمام تصریحات و تنقیحات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد ولید رضی اللہ عنہ کو عرب الجزیرہ سے منتقل نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ پہلے سے کوفہ میں فوج کی قیادت کر رہے تھے۔ اب فوج کی قیادت کے بجائے صوبہ کی گورنری ان کو دے دی گئی۔

اب حضرت محقق مدقق علامہ مودودی صاحب کی دیانتداری ملاحظہ فرمایئے۔ آپ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے آخر زمانہ میں وہ الجزیرہ کے عرب علاقے پر جہاں بنی تغلب رہتے تھے۔ عامل مقرر کیے گئے۔ بـ۲۵ـھ میں اس چھوٹے سے منصب سے اٹھا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی جگہ کوفہ جیسے بڑے اور اہم صوبہ کا گورنر بنا دیا۔ وہاں سے یہ راز فاش ہوا کہ یہ شراب نوشی کے عادی ہیں (خلافت و ملوکیت صـ۱۱۲)

مودودی صاحب نے توجہ نہیں فرمائی۔ اس طرح کی غلطی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی کی تھی۔ جب سعد بن ابی وقاص کو قادسیہ جیسے سخت ترین محاذ پر افواجِ اسلام کا قائد اعظم اور آج کل کے محاورہ میں فیلڈ مارشل بنایا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو بنو ہوازن کے صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا تھا۔ ولیدؓ بن عقبہ کی طرح ان کا منصب بھی چھوٹا سا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو اس چھوٹے سے منصب سے اٹھا کر قادسیہ میں افواجِ اسلام کا سالار اعظم بنا دیا تھا۔ (ملاحظہ فرمایئے تاریخ طبری ص ۸۴ ج ۴)

اگر مودودی صاحب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں منصفانہ رائے قائم کرنا چاہتے تو تاریخ کی اوراق گردانی کرتے، اور تمام پہلوؤں پر نظر ڈالتے۔ مگر ان کا منشاء تو حضرات صحابہ کی حیثیت کو مجروح کرنا ہے۔ لہٰذا جہاں سے جو چیز مل جاتی ہے لکھ مارتے ہیں۔ نہ اس میں اعتدال ہوتا ہے نہ توازن۔

۵: یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہنی ضروری ہے کہ طبری کے بیان کے بموجب یہ واقعہ ۳۰ھ کا ہے پانچ سال پہلے ۲۵ھ میں عبداللہ بن سبا ذات بسی اسلام اختیار کر چکا ہے۔ پھر مدینہ سے نکل کر بصرہ میں پھر وہاں سے نکل کر کوفہ میں اپنی پارٹیاں بنا چکا ہے (تفصیل آگے آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ) مؤرخین نے نام نہیں لیا۔ مگر ظاہر ہے حضرت ولیدؓ کے خلاف پروپیگنڈے میں اس کا بہت بڑا دخل ہے۔

۶: حضرات ناظرین ملاحظہ فرمائیں کیا حقائق پر پردہ ڈالنے کی اس سے بدترین مثال ہو سکتی ہے۔ یہ تاریخی تحقیق ہے یا جذبۂ بغض صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کی تسکین۔

حضرت عثمانؓ نے نا اہل کو عہدہ سپرد کیا ہے یا ان کا قصور یہ ہے کہ ترقی پذیر حوصلہ مند کا راستہ نہیں روکا۔

۷: مودودی صاحب جہاں چاہتے ہیں جملہ مؤرخین کا لفظ تحریر فرما کر مرعوب فرماتے ہیں لیکن یہاں ان کی دیانت داری نے اجازت نہیں دی کہ وہ جملہ مؤرخین کے اس بیان کو بھی تحریر فرما دیتے کہ ولید کوفہ کے گورنر ہوئے تو وہی کوفہ والے جنہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف طوفان کھڑا کیا تھا ولیدؓ کے ایسے گرویدہ تھے کہ ولیدؓ کو اتنے تحفظ کی بھی ضرورت نہیں محسوس ہوئی کہ پھاٹک پر کوئی دربان

ہی مقرر کر دیں اور جب ان کو معزول کیا گیا تو کوفہ کی باندیاں تک غمگین تھیں۔ لڑکیاں ماتمی لباس پہن کر اشعار پڑھتی پھرتی تھیں (طبری صد ۶۲ ج ۵)

مودودی صاحب ان حقائق سے انکار نہیں کر سکتے۔ بار بار اعتراف کرتے ہیں کہ اپنے خاندان کے جن لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکومت کے یہ مناصب دیئے انہوں نے اعلیٰ درجہ کی انتظامی اور جنگی قابلیتوں کا ثبوت دیا (صتنا و ص۱۰۹ وغیرہ) لیکن بغض صحابہ کا مرض ان کو اجازت نہیں دیتا کہ واقعات کو صحیح نوعیت میں سامنے رکھ کر فیصلہ کر سکیں۔ اب تحقیق و تنقید کا ایک موضوع یہ ہے کہ حضرت ولید رضی اللہ عنہ کے خلاف جو شہادتیں پیش کی گئیں ان کی حیثیت کیا تھی۔ شہادت دینے والے کون تھے۔ اور شراب نوشی کے سلسلہ میں جو روایتیں وارد ہیں وہ صحیح ہیں یا از روئے درایت موضوعات قرار پاتی ہیں۔ حضرت ولید بن عقبہ کی صفائی پیش کرنے کے لئے ان تمام سوالات کا حل کرنا ضروری ہے۔ مگر ہماری بحث کا موضوع حضرت ولید بن عقبہ نہیں ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں مذکورہ بالا واقعات نے واضح کر دیا کہ ولید بن عقبہ خواہ کیسے ہی ہوں ان کا نام لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ نہ حضرت ولید کے سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض کیا جا سکتا ہے۔

غور فرمایئے نظام حکومت میں ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے داخل نہیں کیا بلکہ جیسے ہی یہ مسلمان ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذمہ داری سپرد فرمادی تھی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو نہیں بڑھایا بلکہ خود آگے بڑھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دست راست رہے۔ غزوات میں شرکت کی۔ اور قابل صد ستائش یہ کہ باغی علاقوں کو مطیع بنایا۔

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا تو حضرت ولید کا طرز عمل یہ تھا کہ اس درجہ ہر دل عزیز ہو گئے کہ ان سے پہلے اس کی مثال نہیں تھی، پھر جیسے ہی شراب نوشی کے مقدمہ میں ان کے خلاف فیصلہ ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا۔

ہر ایک انصاف پسند کو فیصلہ کرنا چاہیئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کونسا فعل قابل اعتراض ہے اگر حضرت عثمان رض اپنے رشتہ داروں کی رعایت کرنے تھے تو رعایت کا وقت اب آیا تھا کہ حضرت ولید کو کوئی اور منصب عطا کر دیتے مگر حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی منصب نہیں دیا۔ اور یہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی شرافت اور سلامتیٔ طبع تھی کہ آپ اس الزام کے بعد سیاست ہی سے الگ ہو گئے۔ حتیٰ کہ جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں مقابلہ ہوا تو حضرت ولید بن عقبہ جو اموی رشتہ کی بناء پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو سکتے تھے ابن سعد کی شہادت یہ ہے کہ وہ کسی کے بھی ساتھ نہیں ہوئے (طبقات ابن سعد ص۱۵ ج ۶)

بوالعجبی یہ تمام قضیہ جس کی انتہاء حضرت ولید رضی اللہ عنہ کے معزول کر دیئے پر ہوئی ۳۰ھ ختم ہو چکا ہے اس وقت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی یورش برپا نہیں ہوئی مگر علامہ مودودی جیسے محققین کی دیانت داری یہ ہے کہ وہ تقررِ ولیدؓ کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برخلاف یورش کے اسباب میں پیش کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قصور وار کا جرم ثابت نہیں کرتے بلکہ جرم کو بے قصور کے سر تھوپتے ہیں۔ (معاذ اللہ)۔

مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کی ترقی کیلئے کوشاں رہیئے!

حضرت مولانا لال حُسین صاحب اختر مدظلہم کی اپیل

مجھے اپنے تیس سالہ ساتھی حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا ہے ان کی وفات سے جو ملک گیر خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا مشکل ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے اراکین شوریٰ اور مبلغین نے جماعت کی سربراہی کا جو بوجھ میرے ناتواں کندھوں پہ ڈالا ہے وہ میری طاقت اور ہمت سے کہیں زیادہ ہے، میں اس بوجھ کو اس صورت میں اٹھا سکوں گا کہ تمام اکابرین اور جماعت کے کارکن اور دیگر جماعتوں کے احباب اس کام میں میرے ساتھ تعاون کریں اور میرا یہ بوجھ ہلکا کرنے میں میری امداد کریں۔

میں تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ جس طرح وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری مرحوم کی زندگی میں جماعت کی ترقی کے سلسلے میں کوشاں تھے اس طرح اب بھی کوشش کریں کیونکہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

سرکارِ مدینہ کی سُنّت اِک نُور بھی ہے اور حُجّت بھی

جذبات حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم

خُدّامِ اہلِ سُنّت ہیں ہم سُنّت کو پھیلائیں گے
ہم اللہ واحد کے بندے توحید کی شمع جلائیں گے

ہم شاہِ رُسل کی اُمّت ہیں جن پہ ہے نبوّت ختم ہوئی
ہم منکرِ ختمِ نبوّت کو بس کافر ہی ٹھیرائیں گے

وُہ ساقیٔ کوثر، شافعِ محشر، جانِ جہاں، محبوبِ خُدا
ہم ختمِ نبوّت کی خاطر ہر باطل سے ٹکرائیں گے

اصحابِ نبیؐ، ازواجِ نبی اور آلِ نبی پر ہم قربان
بُوبکرؓ و عُمرؓ، عثمانؓ و علیؓ کی شانیں ہم سمجھائیں گے

یہ چاروں خلیفہ برحق ہیں اور حسنؓ حُسینؓ بھی ہیں پیارے
جنّت کے جوانوں کے سیّد، ہم ان کی راہ دکھلائیں گے

سب یارِ نبیؐ کے پیارے ہیں اور دین کے روشن تارے ہیں
یہ سب حق کے چمکارے ہیں ہر جا یہ چمک دکھلائیں گے

فرمانِ رسُولِ اکرمؐ ہے ارشادِ نبیّ خاتم ہے
میرے اور میرے صحابہؓ کے پیرو ہی جنّت جائیں گے

سرکارِ مدینہ کی سُنّت اِک نُور بھی ہے اور حُجّت بھی
سُنّت کی شمع جلا کر ہم اب ظلمتِ کُفر مٹائیں گے

قرآن کا جلوہ سُنّت میں، اور سُنّت کا ہے صحابہؓ میں
ہم اُن کی تابعداری میں باطل سے خوف نہ کھائیں گے

اے مُسلم تو مایُوس نہ ہو، رکھ سچّے خُدا پہ اپنا یقیں
اسلام تو دینِ فطرت ہے ہم فطرت ہی منوائیں گے

مزدور و کساں حیران ہیں کیوں، اسلام سراسر رحمت ہے
قرآن کے سایہ میں رہ کر ہم آزادی دلوائیں گے

اسلام ہے دیں اُس خالق کا، انسان کو جس نے پیدا کیا
ہر ذرّہ ذرہ پیدا کیا ہم اس کی حمد سُنائیں گے

یہ دُنیا عالمِ فانی ہے، سب خلقت آنی جانی ہے
اَزلی اَبدی ہے ہمارا خُدا ہم اس کا حکم چلائیں گے

تھا پاکستان کا مطلب کیا، بس لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
میدانِ عمل میں آکر ہم یہ مطلب حل کرائیں گے

اے پاکستان کے باشندو، آئینِ شریعت لازم ہے
ہم مُسلم ہیں اللہ کے لیے، اسلام کا ڈنکا بجائیں گے

خُدّامِ اہلِ سُنّت کا ہے مظہرؔ بھی ادنیٰ خادم
ہم دین کی خاطر زندہ ہیں ہم پرچمِ دیں لہرائیں گے

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی اسماء

حضرۃ مولانا محمد سالم صاحب دیوبند

پیغمبر کی ذات رب العالمین کی مرضیات کا مظہرِ اتم بن کر جلوہ گر ہوتی ہے ۔ اسی لیے پیغمبر کے نہ صرف قول و فعل ہی سے ضوابط شریعت ترکیب پاتے ہیں بلکہ اس کا سکوت بھی ہدایت ہی کا سرچشمہ ہوتا ہے ۔ اگر ایک طرف پیغمبر کے باطن سے حق و صداقت کے چشمے ابلتے ہیں تو دوسری طرف اس کا ظاہر بھی ایک عظیم ربانی حیثیت رکھتا ہے جس سے معاشرہ کے وہ طریقے اخذ کیے جاتے ہیں کہ جو بگڑی ہوئی معاشرت کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیتے ہیں ۔ اسی بنیاد پر یہ ایک بجا دعویٰ قرار دیا جا سکتا ہے کہ کسی ذات کے لیے پیغمبری کا ثبوت بجائے خود محتاجِ دلیل ہے ۔ اور جب تک خارجی اور داخلی عوامل برتری اس پر شہادت نہ دیں وہ قابل قبول نہیں لیکن ان مراحل سے گزر کر جب کسی کی رسالت و پیغمبری درخورِ قبول بن جائے ۔ اور عقل و دانش کو اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی گوشۂ فرار نہ مل سکے تو پھر اس کا "پیغام دلائل کا ضرورت مند نہیں رہتا ۔ اس کی دکھلائی ہوئی راہ پر چلنے کے لیے تسلیم و انقیاد سے بھرپور پُرنور قلب کی ضرورت ہوتی ہے اور اطاعت و عقیدت کے" اندرون خانہ" ہنگاموں سے عقل کے چراغ رہ گزر کو اس منزل پر بے خبر رکھنا ہی قرینِ صواب بن جاتا ہے ۔

اور پھر وہ سرچشمۂ سعادت کہ جس کو دنیا کے تمام مدعیان نے عقل کی ہر کسوٹی پر رکھا ہو، ہوشیاری کے ہر معیار پر جانچا اور فکر کے ہر پیمانے میں تولا ہو اور اسی پر بس نہیں بلکہ انسانی فکر کی بلند سے بلند رسائی بھی جن معیاروں کو نہ پا سکی ہو، اس نے اپنی آزمائش کے لیے خود ہی وہ معیار بھی پیش کر دیے ہوں لیکن بدترین اور مثالی عداوت و دشمنی کے حامل دماغ بھی اس کی صداقت مآبی اور حقانیت کے اقرار پر ہی مجبور ہوتے ہوں اور حرف گیری کی ہر ممکن راہ کو مسدود پا کر ان کو مشاہد کی حیثیت

اختیار کرنی ہی پڑے ہی ہو تو اس ذات ستودہ صفات کی رسالت و پیغمبری کا اثبات آج بلا خوف تردید حجت و برہان کا محتاج نہیں ہو سکتا اور اخلاص مند قلوب سے نکلی ہوئی شہادتوں کے حق و صداقت سے لبریز سفینے ناحق پسند اور محروم یقین سینوں سے ابھرنے والے اوہام پہ قربان نہیں ہو سکتے۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ وَاَنَّهٗ خَيْرُ خلق الله كلهم

محسن انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی یوں تو ہر خصلت حمیدہ کا مبدا و منتہا ہے ہی لیکن جن صفات کو خود لسانِ پیغمبر نے اپنے امتیازی اسماء صفات قرار دیا ہے وہ اپنی حدود میں یقیناً اطاعت شعار قلوب کے لیے بذات خود دعوت فکر ہیں۔ ارشاد گرامی ہے

عن جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لی خمسة اسماء انا محمد و احمد و انا ماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر و انا حاشر الذی یحشر الناس علی قدمی و انا العاقب۔ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد اور احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائیگا اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے نقش قدم پر ہی مجتمع ہوں گے اور میں عاقب ہوں۔

ظاہر ہے کہ ان اسماء گرامی کا انکشاف انگلیوں پر شمار کے لیے نہیں ہے جبکہ اس کے علاوہ بھی متعدد دوسرے اسماء ذکر کیئے گئے ہیں۔ بلکہ درحقیقت اس اظہار کا مقصد اپنے ان اختصاصی اوصاف و فضائل کی جانب نشان دہی ہے جو آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو نہیں دیئے گئے یا اس طرف اشارہ ہے کہ یہ وہ اسماء ہیں کہ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قدیم انسانی نسلوں کو اپنی ازلی ہدایت کی مجھ پر تکمیل فرما دینے کی خبر دی ہے۔ بہرحال ہر دو مقاصد میں سے کسی کو بھی اختیار کیا جائے اسلامی فکر کے لیے مہمیز بنتے ہیں، دونوں ہی یکساں مقام رکھتے ہیں۔ ایمان نصیب دلوں کے سامنے فضائل و کمالات پیغمبری آئیں یا دوسروں پر اہتمام حجت کے لطیف گوشے، دونوں ہی صورتوں کی فراوانیوں سے بھرپور ثابت ہوں گے۔

پھر ان اسماء گرامی کے اظہار کا یہ مقصد بھی ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ان کو محض اسی لیے ورد زبان بنایا جائے کہ اسماء کی یہ کثرت یا برتری ہمارے لیے فخر و مباہات کا وسیلہ بن کر رہ جائے کہ یہ ایک بے نتیجہ سی بات ہے۔

بلکہ اگر تعمق نظر سے کام لیا جائے تو ان اسماءِ شریفہ کا مقصد اس کے سواء دوسرا نہیں ہو سکتا کہ ان کے پس پردہ جو حقائق عالیہ مخفی ہیں اور جو ہدایات واضح پوشیدہ ہیں حقیقت نگہ قلوب ان تک پہنچیں اور اخلاقی ملکات کے جو خزانے ان اسماء کے تہ دامن چھپے ہوئے ہیں ان سے مزین ہو کر نسل انسانی کے سامنے عملی راہ نجات پیش کریں تاکہ پیغمبر کی ذات گرامی سے انتساب محض لفظی نہ ہو بلکہ وابستۂ حقیقت قرار پا سکے۔

اس لحاظ سے اسماءِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام دو قسموں پر منقسم ہو جاتے ہیں ایک اختصاصی کہ جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی صفات کے مظہر ہیں جیسے سطور بالا میں ذکر کہ وہ پانچ اسماءِ گرامی یا "المقفی" بمعنی آخری "جو سب انبیاء و رسل کے بعد ہوں یا نبی الملحمۃ" یعنی وہ نبی کہ جو دشمنانِ خدا کے مقابلہ پر اللہ کا نام بلند کرنے کی جہادی اجازت و قوت بھی لے کر آیا ہو ان صفات کے آپ بلا شرکت غیرے حامل ہیں۔

دوسرے وہ عام اسماء ہیں کہ جن کی مسمیاتی صفات آپ کو ودیعت فرمائی گئی ہیں اور دوسروں کو بھی دی گئی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ دوسروں کو اس صفت سے ایک حد تک متصف کیا گیا ہے اور آپ کو انہیں سے ہر صفت کا مرتبہ کمال عطاء فرمایا گیا ہے جس کا منشاءِ مشیت کے علاوہ کوئی دوسرا محرک نہیں ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اللہ، عبد اللہ، شاہد، بشیر و نذیر نبی الرحمۃ، وغیرہ اسماء اس پر دال ہیں اور اسطرح اگر آپ کے ہر وصف سے ایک صفاتی نام اخذ کیا جائے تو اسماء کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو جاتی ہے جیسے صادق مصدوق، رؤف، رحیم وغیرہ اور اسی ضابطہ کے پیش نظر صوفیائے کرام میں سے بعض نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کے بھی صفاتی نام ایک ہزار ہیں اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک ہزار ہی نام ہیں۔

انسانی برادری میں "نام" محض شخصی تعریف و پہچان کے ایک ذریعہ کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن اللہ رب العزت اور اس کے پیغمبروں کے اسماء خود صفاتِ ذات سے پیدا شدہ ہوتے ہیں جو کمال کی جانب مشیر ہوتے ہیں اس لیے وہ محض نام ہی نہیں ہوتے بلکہ اپنے مسمّٰی کے لیے بحیثیتِ موصوف ثناء و منقبب بھی ہوتے ہیں اسی لیے مقولہ مشہور ہے" ان کثرۃ الاسماء برھان علیٰ شرف المسمّٰی" ناموں کی کثرت یقیناً مسمّٰی کی بلند مرتبی پر مستقل دلیل ہوتی ہے۔

جملہ اسماء پیغمبر کی عارفانہ تشریحات تو علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب " زاد المیعاد " اور جلاء ---- میں فرمائی ہے ہم تو صرف چند جملے مذکورۃ الصدر حدیث میں ذکر کردہ اسماء کے بارے میں عرض کرتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم : متعدد روایات میں اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ کہ فخر بنی آدم فداہ ابی و امی کی ولادت باسعادت سے قبل والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کو عالم خواب میں یہ مژدہ سنایا گیا کہ آپ کو حق تعالیٰ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی امومیت کا شرف بخشنے والا ہے اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی انہی رویائے صادقہ میں دی گئی کہ اس نومود مسعود کا نام نامی " محمد " رکھنا ولادتِ مبارکہ کے ساتویں روز آپ کے دادا "عبدالمطلب" نے ایک مینڈھا ذبح کر کے عقیقہ کیا اسی روز ان کے قلب میں یہ حقیقت الہام فرمائی گئی کہ اس سرچشمۂ سعادت نومولود کے بارے میں ان کی والدہ ماجدہ کے رویائے صادق کی تصدیق کرتے ہوئے وہی نام رکھو جو ان کو تبلایا گیا ہے جس کی تعمیل کی گئی۔

عبدالمطلب سے سوالات کیے گئے کہ تم نے پوتے کا نام " محمد " کیوں رکھا ہے جبکہ یہ نام تمہارے بزرگوں اور تمہاری قوم میں کبھی نہیں رکھا گیا، تو دادا نے بتلایا کہ یہ نام میں نے اس لیے رکھا کہ یہ سعادتوں کے اس مرتبہ پر فائز ہو کہ آسمانوں میں خود رب العزت بھی اس کی حمد فرمائیں۔ اور زمینوں میں اس کی مخلوق اس کی حمد میں رطب اللسان رہے (صلی اللہ علیہ وسلم)، اس بنا پر " محمد " ایک ایسا نام ہے کہ جو آپ کے لیے خود رب العلمین نے تجویز فرمایا۔ جو عالم رؤیا میں " والدہ " پر منکشف کیا گیا اور عالم " رویت " (عالم خیال) میں دادا کی زبان کو اس کا ترجمان بنایا گیا " محمد " ہی وہ نام نامی ہے کہ متعدد مقامات پر قرآن کریم نے جس کو اختیار فرمایا ہے۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين۔

محمد اللہ کے رسول ہی ہیں اور آپ سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں لیکن وہ اللہ کا رسول ہے اور سب سے آخری نبی ہے۔

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم:

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھی ہیں وہ کفار پر نہایت شدید ہیں اور آپس میں رحیم و

کریم ہیں۔

نیز توراۃ میں بھی "محمد" ہی اسم گرامی ذکر کیا گیا اور علامہ ابن قیم نے اسی روایت کو پسندیدہ قرار دیا ہے اگرچہ اس کے بارے میں ابوالقاسم سہیلیؒ اور قاضی عیاضؒ نے ابن قیم سے اختلاف کیا ہے۔

" احمد " یہ نام نامی اسم گرامی بھی اپنی فضیلت شہرت اور تقدم میں " محمد " سے قریب ہی قریب ہے گویا احمد ہر لحاظ سے محمدؐ کے متوازی ہیں جیسا کہ بلا کسی فصل کے حدیث میں آپؐ نے ان دونوں کو جمع فرمایا ہے۔

انا محمد و احمد میں محمد اور احمد ہوں نیز دونوں اسماء کا مادہ اشتقاق بھی حمد ہی ہے جس سے دونوں کا قرب رتبی اس طرح بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حمد اس کی ہے کہ جس میں صفات محمودہ جمع ہوں اور حمد کرنے والے کے قلب میں ان صفات کی وجہ سے صاحب صفات کی عظمت و بزرگی مرکوز ہو۔ اور ساتھ ہی جذبہ اتباع بھی پورے طور پر دل میں موجود ہو۔ تو صاحب صفات محمودہ کے لیے اگر وہ صفات باعث عظمت ہیں تو حمد کرنے والے کا حمد و اطاعت بھی قابل ستائش ہے۔

" محمد " کی دلالت اس پر ہے کہ وہ ذات گرامی اللہ کے نزدیک بھی قابل ستائش ہے ملائکہ کے لیے بھی تمام انبیاء سابقین کے لیے بھی اور تمام ذی فہم انسانوں کے لیے بھی، بلکہ منکرین بھی اس ذات والا صفات کی حمد سے اپنی زبانوں کو باز نہ رکھ سکے، اور جس ذات پر خالق و مخلوق کی جانب سے اس قدر بارش حمد ہو کیسے ممکن ہے کہ وہ شکر نعمت کے طور پر بذات خود اللہ کا حمد گزار نہ ہو۔ اس لیے احمد اور محمد دونوں ہی نام ایک ہی حقیقت کا اظہار کرتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ایک ہی ذات جامع الحسنات ہونے کی وجہ سے "محمد" کے نام سے پکاری جاتی ہے اور وہ ہی ذات ہر حمد کرنے والے سے زیادہ حامد ہونے کی وجہ سے احمد کہلاتی ہے اوّل نام کثرت اور کمیت پر دلالت کرتا ہے اور ثانی صفت و کیفیت پر لیکن بحیثیت مجموعی دونوں نام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر الثناء اور کثیر الحمد ہونے پر مستقل دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

" احمد " نام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انجیل میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قوم کو حق تعالیٰ نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اسی نام سے سنائی ہے فرمایا

انّی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ و مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد

میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں جو تورات تمہارے سامنے موجود ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میں خوشخبری سناتا ہوں کہ میرے بعد ایک رسول آنے والا ہے جس کا نام احمد ہوگا۔

انجیل کی حد تک یہ بات متفق علیہ ہے کہ اس میں آپؐ کا نام نامی "احمد" بتلایا گیا ہے البتہ تورات کے بارے میں یہ اختلاف ضرور موجود ہے کہ اس میں آپؐ کا نام نامی "محمد" ذکر کیا گیا ہے یا "احمد" چنانچہ اس بارے میں ابو القاسم سہیلی، قاضی عیاض کا قول تو یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "احمد" پہلے ہیں اور "محمد" بعد میں جیسا کہ بلحاظ وجود بھی ترتیب یہ ہے۔ کیونکہ کتب قدیمہ میں آپ کا نام نامی "احمد" ذکر کیا گیا ہے اور آخری کتاب قرآن کریم میں "محمد" ترتیب طبعی بھی اسی کی متقاضی ہے کیونکہ پہلے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا میں انتہا فرمائی اس کے بعد آپ "محمد" یعنی مستحق حمد قرار پائے۔ ایسے ہی یہ نص حدیث، عالم حشر میں سب سے پہلے آپ اللہ کی حمد فرمائیں گے اس کے بعد شفاعت کبریٰ فرمائیں گے۔ اس پر پورے اہلِ محشر آپ کی حمد کریں گے۔

اسی طرح اس اختصاصی اعزاز سے بھی آپؐ ہی کو نوازا گیا۔ کہ آپ کے نام نامی سے قرآن کریم کی ایک سورت کو موسوم فرمایا گیا۔ یعنی "سورہ محمد" ایسے ہی مقام محمود" آپ کے مقام رفیع کا نام رکھا گیا کھانے پینے اور دُعا کے بعد آپ کے لیے "حمد" کو شروع کیا گیا تو گویا تمام معانی حمد اور اقسام ثناء کو آپ کے لیے جمع کر دیا گیا۔

لیکن علامہ ابن قیمؒ نے اس ذیل میں ایک لطیف نکتہ پیدا کیا ہے وُہ یہ ہے کہ ہر امت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پر دلالت کرنے والے دو نام محمد اور احمد میں سے کسی ایک ہی کے ذریعہ آپ کی ذات گرامی سے تعارف حاصل کیا ہے۔ تورات میں ابن قیمؒ کی ترجیح کے مطابق "محمد" نام ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے علم تفصیلی سے نوازا تھا تو ان کے سامنے آنحضرتؐ کی ذات گرامی کا تعارف کامل جب ہی ہو سکتا تھا کہ جب بالتفصیل آپ کے اخلاق عالیہ کمال علم و معرفت اور تمام وہ صفات ذکر کی جائیں کہ جو بار بار حمد و ثناء کی مستحق قرار پائیں، اسی لیے یہ خود اس پر ایک قرینہ ہے کہ تورات میں نام نامی "محمد" ذکر کیا گیا ہے۔

اور انجیل بذات خود مستقل کتاب شریعت نہیں ہے بلکہ تورات کی تکمیل انجیل پر فرمائی گئی ہے علم تفصیلی چونکہ پہلے آچکا تھا اس لئے اس میں صرف اس نام کا ذکر فرمایا گیا کہ جو آپ کے فضل و کمال کو ظاہر کرنے والا تھا یعنی احمد

اور قرآن کریم چونکہ تورات و انجیل دونوں کا مصدق بن کر آیا اور ان کے تمام محاسن کو اپنے دامن وسیع میں لے کر آیا اس لئے اس نے ان دونوں اور صافی اسماء کو اختیار کیا اور آپ کو کہیں "احمد" سے یاد کیا اور کہیں "محمد" سے صلی اللہ علیہ وسلم تیسرا نام مذکورۃ الصدر حدیث میں ماحی فرمایا گیا ہے یعنی اللہ نے نور محمدی کے ذریعہ کفر کی ظلمتوں کو مٹایا اور محو فرمایا ہے اور کفر کی یہ ظلمتیں تھیں کہ جن کا نظری استیصال آپ سے قبل کسی نے نہیں کیا اور پھر وہ کفر بھی خواہ بت پرستی کی صورت میں ہو یا ستارہ و آتش پرستی کی صورت میں خدا کی تثلیث کے پردہ میں ہو یا آخر الانبیاء کی تصدیق نہ کرنے کے ذیل میں وہ سب ہی کفر ہے اور ہمہ اقسام کفر ظلمتوں ہی کے مختلف حجاب ہیں جن کو نور "محمدی" نے آکر چاک کیا اور حق پرستی کے نور سے عالم کون و فساد کو منور فرمایا اور فکر سلیم کیلئے اطمینان بخش براہین و دلائل سے اس کو ایک مستقل و مضبوط قلعہ کی حیثیت دی چوتھا نام "حاشر" فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ ہی کے نقش قدم پر پورا عالم انسانی محشور فرمائے گا یعنی سب سے پہلے جناب رسول اللہ ہی قبر مبارک سے اٹھیں گے اور اس کے بعد تمام انسان اپنی قبروں سے اٹھیں گے پھر عالم حشر میں تمام انسانوں کے التجا نامے بھی آپ ہی کے پاس پہنچیں گے "اور فزع اکبر" یعنی حشر کی ہیبت ناک ساعتوں میں پروردگار تک وصول کے لئے لوگ آپ ہی کا وسیلہ اختیار کریں گے پانچواں "نام عاقب" فرمایا گیا ہے وہ جو بمعنی "آخر" استعمال کیا گیا ہے جو اس طرف مشیر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی حقیقت لے کر آئے ہیں جو آپ سے قبل انبیاء مرسلین لے کر آئے تھے لیکن آپ پر ان تمام حقائق کا اختتام ہو گیا ہے یہ اسم گرامی آپ کے خاتم الانبیا ہونے کا ایک مستقل اعلان بھی ہے بلکہ امام مسلم نے اپنی دو روایتوں میں سے ایک میں اس کی صراحۃ بھی ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔

میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو اور اس کی علاوہ اس کی تائید میں وہ بے شمار روایات جو قوی ترین دلائل اور مضبوط حجتوں کو متضمن ہیں موجود ہیں کہ آپ تمام انبیاء و رسل کے بعد تشریف لائے ہیں اور منصب نبوت کا آپ پر اختتام فرمایا گیا ہے اور ان سب روایات کے سرنامے کی حیثیت یہ آیت کریمہ ہی حاصل کر سکتی ہے۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں۔ لیکن اللہ کا رسول ہے اور سب سے آخری نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔ اللھم ارزقنا اتباعہ۔ (آمین)۔

مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوۃ

کی

مجلسِ شوریٰ کی کارروائی

مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس مجلس کے مرکزی دفتر ملتان میں زیر صدارت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ساہیوال منعقد ہوا جس میں مختلف اضلاع سے آئے ہوئے اراکینِ شوریٰ نے شرکت کی اجلاس میں مجلس کے سابق امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو ملک وملت کے لئے ایک المناک حادثہ قرار دیا گیا۔ اور مرحوم کی دینی، سیاسی اور ملی خدمات خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے انہوں نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے جو خدمات انجام دیں ان کو سراہا گیا اجلاس میں آپ کی ترقی درجات کے لئے دعا کی گئی اور لواحقین سے اظہار ہمدردی کیا گیا اس کے علاوہ حضرت مولانا محمد صاحب انوری لائل پور، حضرت مولانا حمید اللہ صاحب ابن حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میانچنوں حضرت مولانا خیر محمد صاحب ملتان کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔

اراکین شوریٰ نے حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری مرحوم کے مشن کو جاری رکھنے کا عزم کیا اور مندرجہ ذیل انتخاب چھ ماہ کے لئے عارضی طور پر عمل میں لایا گیا۔

امیر:۔ حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر۔ نائب امیر: حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب ساہیوال
ناظم اعلیٰ:۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اشعر۔ ناظم:۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھری
ناظم تبلیغ:۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب بہاولپوری۔ خازن: حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جالندھری۔

ذكرُ الأجلاء المقدّسين الّذين تشرفت بفيوضهم

الجامعة المدنيّة

○ اُن بڑی ہستیوں کا تذکرہ، جن کے فیوض و برکات سے جامعہ مدنیہ مشرف ہے۔ ○

بقلم الاستاذ العلام مولانا عبد المنان الدهلوی

ترجمہ: حضرت مولانا محمد ظہور الحق صاحب مدظلہم مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

حَنَّ الْفُؤَادُ كَمَا شَاهَدتَّ فَانْحَدَرَا دَمْعُ الصَّبَابَةِ مِنْ عَيْنَيَّ مُنْهَمِرَا

دل میں محبوب کا جذبۂ شوق اُبھرا، (جیسا کہ تم دیکھتے ہو) تو میری آنکھوں سے عشق کے آنسو پورے جوش سے بہنے لگے

إِلَى الْحَبِيبِ وَفِي الْأَحْشَاءِ مُوقَدَةٌ نَارُ الْمَحَبَّةِ حَتّٰى قِيلَ لَنْ تَذَرَا

اور (میرے) اندر آتشِ عشق اس قدر شعلہ زن ہے کہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ مجھے (زندہ) نہ چھوڑے گی۔

فَالْعَيْنُ هَطَّالَةٌ سَيْلًا وَّعَبْرَتُهَا كَوَابِلِ الْمَطَرِ الْوَسْمِي مُنْتَطِرَا

آنکھ سے رو بہ رہی ہے اور اس کے آنسو موسم ربیع کی تیز بارش کی طرح برس رہے ہیں۔

تَشْكُو زَمَانَ فِرَاقٍ يَا لَنَازِلَةٍ وَغَمْرَةٍ اِسْبَلَتْ مِنْ أَجْلِهَا الْمَطَرَا

(یہ آنسو) زمانۂ فراق کا گلہ کر رہے ہیں۔ آہ، کیسی مصیبت اور گھیرنے والی مصیبت ہے۔ اسی وجہ سے آنکھ نے (یہ) بارش برسائی ہے۔

بَادٍ هَوَاكَ مِنَ الْأَشْوَاقِ صَاحِبُهَا لَمْ يَدْرِ مِمَّا بِهِ شَيْئًا وَكَيْفَ دَرَى

(تمہارے) شوق سے تمہاری ایسی محبت ظاہر ہو رہی ہے کہ محبت والا (غمِ الفت) اسے لگا ہوا ہے۔ اسے نہیں جان سکتا (مگر تعجب ہے کہ پھر بھی) کیسے جانا۔

وَفِي الْغَرَامِ إِذَا مَا حَلَّ أَوْدِيَةٌ يَهِيمُ فِيهَا قَتِيلُ الْحُبِّ مُخْتَبِرَا

اور (دشتِ) محبت میں جب محبت حلول کر جائے تو ایسی وادیاں آتی ہیں کہ ان میں قتیل الفت آزمائشوں (ہی) میں چکر کاٹتا رہتا ہے۔

قَلْبُ الْمُحِبِّ لِوَشْكِ الْبَيْنِ فِي كَمَدٍ يَكَادُ مِنْ هَمِّهِ يَنْشَقُّ مُنْفَطِرَا

عاشق کا دل جلد جدائی کے ڈر سے ایک غم میں رہتا ہے (اور) اس فکر میں پھٹ پڑنے کے قریب رہتا ہے۔

إِنَّ الْمَحَبَّةَ لَا دَاءٌ وَّلَا مَرَضٌ كَمِثْلِهَا صَيَّرَتْ ذَا الْعِزِّ مُحْتَقِرَا

محبت جیسی نہ کوئی بیماری ہوتی ہے نہ مرض کہ عزت والے کو حقیر بنا دیتی ہے۔

فَأَصْبَحَتْ تَبْتَغِي بِالْقُرْبِ رَاحَتَهَا نَفْسِي فَمَا وَجَدَتْ مَنْ يُّسْمِعُ الْخَبَرَا

(میرا) یہ حال ہو گیا کہ نفس قرب سے راحت پاتا ہے (لیکن) کوئی خیر خبر سنانے والا ہی نہیں ملتا۔

بَكَتْ وَرَنَّتْ مِنَ الْحِرْمَانِ صَارِخَةً يَا طُولَ هَجْرٍ عَرَاهَا جَالِبًا خَطَرَا

وہ محرومی پر رویا اور دہاڑیں مار کر رویا ہائے رے درازیٔ فراق جو خطرہ لیے سامنے آ گیا۔

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ سَهِرْتَ وَلَا تَنَامُ لَيْلًا وَهَلْ يُشْجِيكَ مَنْ عَبَرَا

(اے نفس!) کیا تو پڑوسیوں کی یاد سے جاگتا رہا اور تو (اسی لیے) رات کو نہیں سویا اور کیا تجھے وہ لوگ جو زندگی کا پل پار کر گئے غمگین

أَمْ صِرْتَ مُكْتَئِبًا بِالْهَجْرِ طَوَّلَهُ صَرْفُ الزَّمَانِ بِصَرْفِ الْعَيْشِ مُنْكَدِرَا

یا تو اس ہجر کی وجہ سے غمگین (بےچین) ہے جسے تصرف زمانہ نے تکدر میں (تیری) زندگی صرف کر کے دراز کیا ہے۔

حَرْفُ الْمَلَامَةِ لَوْ أَدْرَكْتَ حَالَتَنَا وَلَسْتَ تَحْمِلُهَا مِنْ فِيكَ مَا صَدَرَا

اے ناصح! اگر تو ہماری (اہلِ عشق کی) حالت جان لیتا اور تو تو اسے برداشت بھی نہیں کر سکتا ہے تو تیری زبان سے حرفِ ملامت نہ نکلتا

إِلَيْكَ عَنِّي فَلَا أُصْغِي إِلَى عَذَلٍ ذَرْنِي وَلَا تَكُ مِمَّنْ يُّوقِدُ الشَّرَرَا

مجھ سے دور رہ میں کسی (کی) ملامت پر کان نہیں دھرتا مجھے (یوں ہی) رہنے دے اور اُن لوگوں میں نہ ہو جو پتنگے اڑاتے ہیں۔

جَزَاكَ رَبُّكَ قَدْ هَيَّجْتَ لِي شَجَنًا يَا مَنْ يَّلُومُ فِيمَنْ يُّخْجِلُ الْقَمَرَا

چاند جیسے مکھڑے والے محبوب کے بارے میں (اے ملامت گر!) طعن و تشنیع کر کے میرے دیرینہ غم اُبھارا۔

يَا لَذَّتِي وَقَرَارُ الرُّوحِ مُرْتَبِطٌ بِمَنْ يُّحِبُّ حَبِيبًا فَاجْتَنَى ثَمَرَا

میری رُوح کا قرار و لذت ایسے متحدہ صفات سے وابستہ ہے جس کا تعلق ایسے شیخِ وقت سے ہے کہ جس کی صحبت سے وہ خوب بہرہ ور ہوا

بذكر حامدنا الميمون طائره — بدء القصيدة من تشبيبها ندرا

خوش بخت (مولانا) حامد میاں کے ذکر سے قصیدے کا آغاز ہوا جس کی تشبیب ندرت لیے ہوئے ہے۔

سعى لخدمة دين الله منهمكا — في رفعه لينال الأجر مدخرا

خدا کے دین کی خدمت اس بلندی کے لیے ہمہ تن وقف ہے تاکہ خدا کے اجر و ثواب کو بطور ذخر حاصل کریں۔

بنى و وفقه الخيرات جامعة — مدنية يا لها صيتا وقد نشرا

اس نے جامعہ مدنیہ بنایا ہے کیا ہی اس کا شہرہ ہے۔ اور اس نے علوم بھی پھیلائے ہیں۔ اللہ اسے ہمیشہ بھلائیوں کی توفیق عطا فرمائے۔

راقت بميزتها فاقت بحكمتها — على المدارس قد بينت مختصرا

(یہ جامعہ) اپنے فضائل میں خوش منظر ہے اپنی حکمت و علم میں دیگر مدارس پر فوقیت رکھتا ہے پس میں نے مختصر حال بتلا دیا۔

لله در ذوي فهم اساتذة — حازوا الولاية والطاعات والغررا

کیا ہی عمدہ سمجھ دار اساتذہ ہیں جنہوں نے ولایت و اطاعتِ حق اور پُرنور چہرے پائے ہیں۔

رئيسها مستشار الأمر مؤتمنا — مؤيدا من جناب القدس مؤتمرا

اس کے صدر مشوروں میں دیانت دار اطاعت گزار اور بارگاہِ قدسی سے مؤید تھے۔

أحمد علي من خيار الناس مرتبة — و رفعة و ذكاء عد معتبرا

(وہ حضرت مولانا) احمد علیؒ تھے جن کا مرتبہ لوگوں میں سب سے بہتر اور وہ بلندی فکر و ذکاوت میں معتبر و مسلم ہیں۔

وجدته كلفا بالبيت معتمرا — و بالمطاف طوافا قبل الحجرا

میں نے انہیں بیت اللہ کی محبت میں بے چین اور عمرہ کرنے والا پایا اور طواف کرنے میں انہیں مطاف سے محبت تھی انہوں نے حجرِ اسود کے (بارہا) بوسے لیے

أمير قافلة تبقى مآثرها — إلى القيامة إحصاء ومستطرا

وہ ایسے قافلے کے سالار تھے کہ جن کے فضائل قیامت تک شمار کیے جاتے رہیں گے اور لکھے جاتے رہیں گے۔

تحية كعداد الرمل نازلة — عليه دائمة كالمسك طيب ثرى

ریت کے ذرات کی تعداد میں ان پر خداوند کریم رحمت نازل فرمائے۔ جو مسلسل قائم رہے (اور) مشک جیسی عمدہ مٹی (نصیب ہو)۔

ها تحت إشرافه ترقى إلى فلك العلى — وتعلو بما فيها وما ظهرا

دیکھو ان کی سرپرستی میں فلکِ اعلیٰ تک (یہ جامعہ) ترقی کر رہا ہے اور ظاہری باطنی بلندی حاصل کر رہا ہے۔

وَبَعْدَهُ قَامَ مُهْتَمًّا سُلَالَتُهُ بِالنَّظْمِ مُشْتَغِلًا بِالرَّأْيِ مُخْتَفِرَا

اُن کے (حضرت مولانا احمد علیؒ کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب) (اپنی) رائے سے دین کی حمایت کرتے ہوئے اس (جامعہ) کے نظم و نسق میں اہتمام سے مشغول ہیں

بِصِدْقِ نِيَّتِهِ وَالنُّصْحُ زِينَتُهُ يُعَلِّمُ الْغَافِلَ الْآدَابَ وَالسِّيَرَا

خلوص ان کی زینت ہے وہ صدق دل سے غافل (مخلوق) کو آداب و سیرت کی تعلیم دیتے ہیں۔

مَحَبَّةً وَّخُلُوصًا صَادَ أَفْئِدَةً خُذْ مِنْ مَّقَالَتِهِ الْأَسْرَارَ وَالْعِبَرَا

ان کی محبت و خلوص نے دلوں کو شکار کر لیا ہے۔ ان کی گفتگو سے اسرار و عبرت کے سبق حاصل کرو۔

حَقًّا أَقُولُ عُبَيْدُ اللهِ مُنْتَخَبٌ بِالْحَقِّ مُمْتَسِكًا بِالصِّدْقِ مُحْتَبِرَا

میں صحیح کہتا ہوں کہ (مولانا) عبید اللہ کو اللہ تعالیٰ نے چُن لیا ہے۔ دامنِ حق مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔ سچائی کی چادر اوڑھ رکھی ہے۔

كَمَا يَلِيقُ بِشَانِ الْعَبْدِ وِجْهَتُهُ إِلَى الْعِبَادَةِ وَالْأَذْكَارِ مُسْتَتِرَا

جیسے بندے کی شان کے لائق ہے ان کا رُخ چھپ چھپ کر عبادت و اذکار کی طرف ہے۔

هِدَايَةُ الْخَلْقِ وَالضُّلَّالِ بُغْيَتُهُ يَوْمًا وَّلَيْلًا بِهٰذَا الْفِكْرِ مُفْتَكِرَا

مخلوق اور گمراہوں کی ہدایت ان کی چاہت ہے اسی کی فکر میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔

باقی ❀ آئندہ

اگلے شمارے میں

○ حضرت علامہ مولانا سید محمد میاں مدظلہم کا مضمون بعنوان "رُوح کیا ہے"۔

○ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ خلیفہ حضرت لاهوریؒ کا مضمون بعنوان "انوار صحابہ"۔

○ فقیہہ چھچھ حضرت مولانا عبد الدیان صاحبؒ کی پاکیزہ زندگی کے مختصر حالات از قلم مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی اور دیگر اہم مضامین ملاحظہ فرمائیے۔

— حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے پاکیزہ حالات —

حیاتِ شیخ الاسلام

حضرۃ علامہ مولانا سید محمد میاں مدظلہم

قسط : ۵

تحریک ترک موالات کا اہم واقعہ کراچی کا وہ اہم واقعہ ہے جو زیر دفعہ ۱۲۰ و ۱۳۱ و ۵۰۵ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد علی صاحب مرحوم، مولانا شوکت علی صاحب مرحوم ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا نثار احمد صاحب کانپوری مرحوم، اور جگت گرو سوامی کرشن تیرتیہ (شنکر اچاریہ)، پیر غلام مجدد صاحب سندھی پر چلایا گیا۔

بناءِ مقدمہ وہ تجویز تھی جو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے آل انڈیا خلافت کانفرنس (منعقدہ کراچی، بتاریخ ۸/۹/۱۰ جولائی ۱۹۲۱ء میں پیش فرمائی تھی۔

اس تجویز کا حاصل یہ تھا کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لیے سرکاری فوج میں ملازم رہنا یا بھرتی ہونا یا دوسروں کو بھرتی کی ترغیب دینا حرام ہے اور ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ یہ بات فوجی مسلمانوں کے ذہن نشین کر دے۔

مولانا محمد علی صاحب اور دوسرے حضرات اس کی تائید یا اشاعت کے الزام میں ماخوذ تھے۔

گرفتاری ۱۸ ستمبر ۱۹۲۱ء یک شنبہ کو بوقت ۴ بجے شام ایک مسلمان سب انسپکٹر، ڈپٹی کلکٹر اور ایک یورپین افسر مسلح پولیس کے ساتھ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے دولت کدہ پر پہونچی جہاں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قیام فرماتھے عبد العزیز صاحب سب انسپکٹر سی آئی ڈی نے ایک وارنٹ زیر دفعہ ۵۰۵ ضمن (ب) حضرت مولانا کو دکھایا۔

وارنٹ کی اطلاع پاتے ہی بازار میں مکمل ہڑتال ہوگئی اور ہزاروں ہندو مسلمان آستانۂ شیخ الہند پر پہنچ گئے اور گرفتاری کے خلاف جوش و خروش کا اظہار شروع کر دیا، قریب تھا کہ پولیس اور پبلک میں تصادم کی نوبت آجائے۔ مگر حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب نے پبلک کو صبر و سکون کی تلقین فرمائی اور بمشکل پبلک کے جوش کو فرو کیا، مگر یہ اجتماع منتشر ہونے کیلئے اب بھی آمادہ نہ تھا۔ بالآخر یہ طے کیا گیا کہ رات کو مولانا قیام فرمادیں اور صبح کو شاندار جلوس کے ساتھ حضرت مولانا کو اسٹیشن پر پہونچا کر گاڑی میں سوار کرا دیا جائے گا۔ پولیس یا افسران متعلقہ اس جلوس میں سامنے نہ آئیں۔ البتہ گاڑی پر سوار کرانے کے بعد اپنی حراست میں لے لیں موجودہ افسران نے اس مفاہمت کو غنیمت سمجھا اور حضرت مولانا عزیز گل صاحب کی فرمائش پر قسمیں بھی کھالیں، کہ اس پروگرام کی خلاف ورزی نہ کی جائے گی، اور رات میں کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ لیکن نصف شب کے بعد جب تمام حضرات مطمئن ہو کر واپس چلے گئے اور صرف چند خدام و احباب مکان پر رہ گئے تو تقریباً ۳ بجے چند یورپین افسر ہندوستانی اور گورکھا فوج کا ایک دستہ لے کر آستانۂ شیخ الہند پر پہونچے اور سب طرف سے مکان کا محاصرہ کر لیا گرفتاری کے خلاف تصادم یا گرفتاری سے انکار پروگرام کے خلاف تھا۔ لہٰذا اس وقت جو حضرات موجود تھے انہوں نے پولیس سے مزاحمت نہیں کی اور حضرت مولانا کے ہمراہ اسٹیشن تک آکر حضرت کو اسپیشل میں سوار کرا دیا جو اسی مقصد کے لیے دیوبند اسٹیشن پر کھڑا ہوا تھا، صبح کو جب گرفتاری کا علم ہوا تو پبلک کی طرف سے سخت مظاہرہ کیا گیا تمام دن مکمل ہڑتال رہی اور جلسہ عام میں اس گرفتاری کے خلاف احتجاج کیا گیا۔

مقدمہ کی کارروائی

چونکہ مقدمہ حد درجہ سنگین قرار دیا گیا تھا، اور حکومت کو اپنی شوکت و حشمت کا مظاہرہ کر کے پبلک کو مرعوب کرنا بھی مقصود تھا۔ لہٰذا فوج اور پولیس کا غیر معمولی انتظام کیا گیا تھا اور کورٹ کی عمارت کے بجائے "خالق دینا ہال" مقدمہ کی سماعت کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ اور اعلان کر دیا گیا تھا کہ "پاس" کے بغیر کوئی شخص ہال میں داخل نہ ہو سکے گا۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۱ء کو صبح سویرے پولیس کے ڈیڑھ سو سپاہی ہال میں داخل ہو گئے۔ ہال کے احاطہ کے گرد خاردار تار لگا دیئے گئے تھے۔ ہال سے ملحق بندر روڈ پر سڑک کے حصہ میں پولیس کا سخت پہرہ تھا۔ اور سڑک کے دونوں طرف پولیس

کے سپاہی ڈنڈے لیے کھڑے ہُوئے تھے کہ عوام کو ادھر نہ آنے دیں۔

تقریباً دس بجے ڈھائی سو ہندوستانیوں کے مسلح فوجی دستہ نے گولی بارود کے کافی ذخیرہ کے ساتھ ہال کے عقبی حصہ پر قبضہ کر لیا۔ ٹھیک گیارہ بجے ملزمین کی گاڑی ہال کے احاطہ میں داخل ہُوئی۔ مسلح پولیس کی لاریاں گاڑی کے آگے تھیں، اس احتیاط کے ساتھ ملزمین کو ہال تک پہونچایا گیا۔

رہنمایانِ ملت (ملزمین) کی جانب سے کوئی وکیل نہیں کیا گیا تھا۔ سرکار کی جانب سے سندھ کے پبلک پراسیکیوٹر مسٹر الفنسٹن پیروی کے لیے پیش ہُوئے۔ آپ نے ملزمان کے خلاف مقدمہ کی کارروائی کا افتتاح کرتے ہُوئے بیان کیا کہ ملزمان نے کراچی کانفرنس میں ایک ایسے ریزولیشن کی اشاعت میں حصہ لیا ہے جس سے ملک معظم کی فوج میں بغاوت کا اندیشہ تھا۔ ان ملزمان میں سے بعض وُہ ہیں جنھوں نے اس ریزولیشن کی تائید کی ہے۔

اِس تحریک کے محرک مولانا حسین احمد صاحب ہیں جن کے متعلق مزید کسی قسم کا تعارف کرانا چنداں ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ آپ نے اس ریزولیشن کو خاص طور پر پُرزور الفاظ میں پیش کیا تھا۔

مولانا محمد علی مرحوم کا بیان

سب سے پہلے ۲۸ ستمبر ۲۱ء کو مولانا محمد علی کا بیان ہُوا یا بعنوان دیگر آپ نے ایک طویل تقریر فرمائی۔ اس طویل بیان میں ریزولیشن پر بحث کرتے ہُوئے آپ نے فرمایا،

مَیں تسلیم کرتا ہُوں کہ گذشتہ خلافت کانفرنس کراچی میں مَیں صدر تھا اور یہ کہ وہ ریزولیشن بھی جس سے انگریزی گورنمنٹ کے خلاف بغاوت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے پیش ہُوا تھا ایسا ہی بلگام ڈسٹرکٹ کانفرنس میں کیا گیا تھا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے یہ ریزولیشن پڑھ کر سنایا مَیں نے اس شخص کی تجویز کو پیش کیا جن کو مَیں اپنا آقا سردار اور بزرگ کہنا اپنا فخر سمجھتا ہوں وُہ مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی ہیں۔ مَیں نے اس ریزولیشن کو سناتے ہُوئے درمیان میں کچھ ریمارک بھی کیے تھے۔ اور میں نے باآواز بلند یہ بھی دریافت کیا تھا کہ کون اس کے موید ہیں اور جو تہ دل سے اس کی تائید کریں وُہ استادہ ہو جائیں اور اس کا اقرار کریں۔

اس الزام پر بحث کرتے ہُوئے کہ فوج اور پولیس کی ملازمت کی حرمت کے اشتہارات فوجوں میں

تقسیم کیے گئے آپ نے فرمایا :-

میں اس وقت تک ان اشتہارات سے بالکل ناواقف تھا جو مسلمانوں کی فوج یا افسروں کے پاس بھیجے گئے تھے مگر مجھ کو نہایت خوشی ہوئی کہ علماء کی جماعت نے ایک عرصہ کی غفلت کے بعد احکام خداوندی کو ہندوستانی فوج میں پہنچانا شروع کر دیا ہے۔ میں اس غلطی کی اصلاح چاہتا ہوں کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ جمعیتہ العلماء ان اشتہارات کو ہندوستانی فوج میں پہونچانے کی منکر ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ طریقہ عنقریب واقعات میں تبدیل ہو جائے گا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی

۲۸ ستمبر کو مولانا محمد علی صاحب کا بیان ختم ہونے کے بعد مجسٹریٹ نے حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے بیان طلب کیا۔ آپ نے ایسی دقیق اردو میں تقریر شروع فرمائی کہ نہ مجسٹریٹ سمجھ سکا نہ اس کا پیش کار۔ مجسٹریٹ نے ملزمان سے دریافت کیا کیا کوئی صاحب ان کی اردو کا ترجمہ کر سکیں گے مولانا شوکت علی صاحب نے جواب دیا کہ وہ تارک موالات ہونے کی وجہ سے عدالت کی مدد نہیں کر سکتے۔ مجسٹریٹ نے کہا اچھا وہ کل دوسرا مترجم لے کر آئیں گے۔ چنانچہ مولانا کا بیان دوسرے دن کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔ دوسرے روز یعنی ۲۹ ستمبر کو حضرت شیخ الاسلام نے برسر عدالت تقریر فرمائی اور بظاہر آپ نے کوشش کی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر پر پورا پورا عمل کر کے افضل الجہاد کا اجر عظیم حاصل کر سکیں۔

مولانا نے تمہیدی اور ابتدائی سوال و جواب کے بعد ارشاد فرمایا میں ایک مذہبی آدمی ہوں آیات کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر میرا پورا اعتقاد ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو مذہبی فرائض ادا کرنے سے روکے تو وہ اس روک تھام کو خاطر میں نہ لائیں اور اپنے راستہ میں حائل نہ سمجھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان اسی وقت تک بادشاہ کی اطاعت کر سکتا ہے جب تک کہ حکم خدا کے نافرمانی لازم نہ آئے۔ اور جب نافرمانی لازم آتی ہو تو کوئی اطاعت نہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ کسی شخص کی نافرمانی کرنا گناہ نہیں البتہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل نہ کرنا گناہ ہے۔ تیسری حدیث شریف

میں ارشاد ہے کہ ہم کو کسی ایسے حکم کی تعمیل نہ کرنی چاہیے جو خداوند عالم کے ارشادات کے خلاف ہو نہ ہمیں کسی ایسے شخص کی ماتحتی میں رہنا چاہیے جو خداوندی احکام کے خلاف حکم دیتا ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ مسلمانوں کے بادشاہ ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ جب تک خداوندی قوانین کے وفادار ہیں اس وقت تک مسلمان انہیں بادشاہ نہیں سمجھ سکتے (یعنی ملوکیت کی حد وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں بارگاہِ خداوندی میں نیازمندانہ اطاعت شعاری کی حد ختم ہو جاتی ہے۔)

میں ایک مولوی ہوں احکام خداوندی کا ماننا میرے اوپر بمقابلہ غیر عالم کے زیادہ ضروری ہے۔ میرا فرض منصبی ہے کہ میں خداوندی احکام دوسروں تک پہونچاؤں قرآن اور مذہب میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی بات کو جو اس سے دریافت کی گئی ہو چھپائے گا تو وہ دوزخ کی آگ میں ڈالا جائیگا بیشک قرآن پاک میں کافر کے لیے بہت سخت سزا ہے لیکن ایسے شخص کے لیے جو دوسرے مسلمان کو قتل کرے پانچ سزائیں ہیں،

۱۔ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

۲۔ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس پہ ہوگا۔

۴۔ اس پہ خدا کی لعنت ہوگی۔

۵۔ مختلف طریقوں سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔

قرآن حکیم میں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی مسلمان کو غلطی سے بھی نہ مارنا چاہیے۔ غلطی سے مارنے والے کے لیے بھی سزا ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک لاکھ صحابہ کرام کے اجتماع میں عرفات کے موقع پر تقریر فرما رہے تھے تو آپ نے بہت تاکید کے ساتھ مسلمانوں کو وصیت فرمائی، احتیاط سے رہو ایسا نہ ہو کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مارنی لگو اور کفر کا طریقہ اختیار کرلو۔ دوسرے موقع پر ارشاد ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو قتل کرے بجز اس کے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے، تمام دنیا کا تباہ و برباد ہو جانا آسان ہے لیکن ایک مسلمان کا دوسرے کو قتل کرنا آسان نہیں ایک مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کو گالی دینا بھی فسق ہے۔ قیامت کے دن سات چیزیں مسلمان کو تباہ کرنے والی ہوں گی ان میں سے ایک "قتل مسلم" ہے۔ مذہبی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ کہ قیامت کے روز سب سے پہلے قتل و خونریزی کے متعلق باز پرس ہوگی۔

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان کا خون اور اس کا مال و متاع کعبہ شریف سے بھی زیادہ واجب الاحترام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہنم کے سات دروازے ہیں اور ان میں سے ایک ان مسلمانوں کے لیے ہے جو کسی دوسرے مسلمان پر تلوار اٹھائیں نیز ارشاد ہوا اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دھمکی دیتا ہے تو وہ خدا کی دھمکیوں سے محفوظ نہیں رہے گا۔ ایک مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان کی جائیداد یا ملک پر قبضہ کر لینا حرام ہے۔ مذہبی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ایک بے گناہ مسلمان کو قتل کرنا جرم ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان سے سود کھانے شراب پینے اور مردہ کھانے کو کہے کہ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو بادشاہ اسے قتل کر دے گا تو شخص مذکور کو ایسا کرنا چاہیئے ورنہ اگر وہ قتل کر دیا گیا تو وہ گناہ گار ہوگا لیکن اگر اسے الفاظ کفر ادا کرنے کا حکم بادشاہ کی طرف سے دیا جائے تو اس کو تعمیل نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر حکم عدولی پر وہ قتل کر دیا گیا تو گناہ گار نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی مسلمان کے سامنے یہ صورت ہو کہ اگر اس نے دوسرے مسلمان کو قتل نہ کیا تو وہ خود قتل کر دیا جائیگا تو اس کے لیے خود قتل ہو جانا بہتر ہے بمقابلہ اس کے کسی دوسرے بے گناہ مسلمان کا ہاتھ تک قلم کرے، علماء کرام نے فتویٰ دیا ہے کہ مسلمانوں کے لیے گورنمنٹ برطانیہ کی فوج میں ملازمت کرنا حرام ہے۔

مجسٹریٹ: مجھے فتویٰ سے کوئی بحث نہیں ہے۔

مولانا محمد علی: آپ کو تو صرف بلاک اسٹون اور کوک کی تفسیروں سے تعلق ہے

حضرت مدنی: یہ امر کہ یہ ریزولیشن کانفرنس میں پاس ہوا تھا کوئی نئی بات نہیں ہے اس کا پاس کرنا اسی طرح ضروری تھا جس طرح ایک حکیم کے لیے خاص طبی مشورہ دینا جب لارڈ جارج اور چرچل نے اس کا اعلان کر دیا تھا کہ یہ اسلام اور برطانیہ کے مابین جنگ ہے تو اس وقت نہ صرف ضروری بلکہ ہمارا اہم ترین فرض تھا کہ ہم اعلان

کردیں کہ ہر مسلمان کا یہ ضروری فرض ہے کہ وہ تمام ان طاقتوں کے مقابلہ میں جو اسلام کے خلاف ہیں جنگ کرے۔ ایک مسلمان گورنمنٹ کے ساتھ اسی حد تک وفادار ہو سکتا ہے جہاں تک اس کے مذہب نے اجازت دی ہے اگر گورنمنٹ (ملکہ وکٹوریہ) کے اعلان کی تعمیل کرنا نہیں چاہتی ہے۔ اور اگر مذہبی فرائض و پابندیوں کا لحاظ و احترام نہ کیا گیا تو اس صورت میں کروڑوں مسلمانوں کو اس مسئلہ کا تصفیہ کر لینا چاہیئے کہ آیا وہ مسلمانوں کی حیثیت سے زندہ رہنے کو تیار ہیں۔ یا گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا کی حیثیت سے۔ اور ۲۳ کروڑ ہندوؤں کو یہ خیال کر لینا چاہیئے۔ کہ آیا وہ مذہبی آدمی کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں یا گورنمنٹ کی رعایا کی حیثیت سے لیکن اگر گورنمنٹ مذہبی آزادی کو چھیننے پر تیار ہے تو مسلمان اپنی جان تک قربان کر دینے کو تیار ہوں گے اور میں پہلا شخص ہوں گا جو اپنی جان قربان کروں گا۔

مولانا محمد علی صاحب نے مولانا حسین احمد مدنی صاحب کے قدم چوم لیے (موازنہ مذہب و قانون ص ۵۷، ۵۹)

۲۹ ستمبر ۱۹۲۱ء کو حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی اور ان کے رفقاء پر فرد جرم ... سپرد کر دیئے گئے۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو حضرت موصوف اور اُن کے رفقاء کا مقدمہ "مسٹر کینیڈی جوڈیشنل کمشنر سندھ کی عدالت میں خالق دینا ہال کراچی میں شروع ہوا ۲۸ اکتوبر ۲۱ء کو ایک بجکر ۲۵ منٹ پر حضرت موصوف نے اپنا بیان دینا شروع کیا آپ نے فرمایا ۱۸۵۸ء میں حکومت برطانیہ نے ہندوستانیوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لیے شاہی اعلان جاری کیا۔ جو تمام اطمینان بخش امیدوں پر مشتمل تھا۔ یہ اعلان ہندوستان میں برطانوی حکومت کا سنگ بنیاد تھا۔ اس کے آخر میں لکھا ہے۔ حکومت ہندوستانیوں کی فلاح و بہبود کے لیے مصروف عمل ہوگی۔ اپنے مقبوضات کو وسعت نہیں دے گی۔ راجاؤں، نوابوں اور عامۃ الناس کے حقوق کے لیے اپنے وعدے پورے کرے گی۔ ہندوستانیوں کے ساتھ باشندگان نو آبادیات جیسا سلوک روا کیا جائیگا باغیوں کو معافی دے دی گئی تھی یہ بھی تسلیم کیا گیا تھا کہ ہندوستانیوں کو مذہبی آزادی دے دی گئی ہے تاریخ اس امر کی مظہر ہے کہ ۱۸۵۷ء میں ان مذہبی جذبات کے باعث بغاوت رونما ہوئی جو دنیا کے دیگر ممالک میں کالعدم ہیں۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہندوستانی مذہب کی خاطر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہیئے کیونکہ خدا کا یہی ارشاد ہے کہ روحانی مسرت کے سامنے دنیاوی فائدے

کی کوئی حقیقت نہیں۔

یہ اعلان صرف ملکہ ہی کی طرف سے نہیں بلکہ ایوان عام اور ایوان خاص کی طرف سے بھی تھا ایڈورڈ ہفتم اور شاہ جارج نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی۔ اس کا وہ حصہ جس میں مذہبی آزادی کا ذکر ہے مظہر ہے کہ ہماری یہ خواہش نہیں کہ ہم اپنی رعایا کو اس بات پر مجبور کریں۔ کہ وہ ہمارے مذہبی احکام کی پیروی کرے۔ کسی شخص کو اس کے مذہبی فرض کی انجام وہی سے باز نہیں رکھا جائے گا۔ قانون کی رو سے سب کو مساوی درجہ دیا جائے گا۔ ہم اپنے افسروں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ عوام کی مذہبی آزادی میں مزاحم نہ ہوں ورنہ ہماری ناراضگی کا موجب ہوں گے۔ اس کے بعد ہندوستان کو سکون و اطمینان حاصل ہو گیا۔ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ یہ شاہی اعلان ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا۔

جو قرار داد میں نے پیش کی ہے وہ قرار داد نہیں بلکہ سب مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے یہ تیرہ سو سال کا معاملہ ہے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اسے اختیاطاً قرار داد کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اور فقرے بھی اس کے ساتھ شامل ہیں۔ میں اپنے مذہب اور ہندو اپنے دھرم کو جانتے ہیں یہ مذہبی معاملہ ہے اس کا فیصلہ کرنا لارڈ ریڈنگ کا کام نہیں بلکہ علماء کا کام ہے۔ دو جز ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ مذہبی اصول ہیں۔

۱۔ قرارداد کے الفاظ ۲۔ نفس مضمون

الفاظ میں کہا گیا ہے۔ کہ پولیس کی ملازمت کرنا حرام ہے حرام ایک مذہبی لفظ ہے ایسے سات الفاظ ہیں حرام اسے کہتے ہیں جس سے شریعت صاف طور پر منع کرے۔ حرام وہ فعل ہے جس کے ارتکاب پر قہر الٰہی نازل ہوتا ہے۔ زنا مذہب کی رو سے حرام ہے جو شخص اس کا مرتکب ہوتا ہے اس پر عذاب الٰہی نازل ہو گا۔ جو شخص اس سے احتراز کرے وہ نیک کام کرتا ہے۔ کسی شخص کو اس وقت تک مسلمان نہیں کہا جا سکتا ہے جب تک وہ قرآن حکیم کے ہر لفظ کی صداقت پر ایمان نہ لائے۔ اغراض دنیوی کے لیے قرآن شریف کی آیت کو صحیح نہ سمجھنا۔ ان میں تاویل کرنا حرام ہے۔ حکومت نے اپنی سامراجی اغراض کے لیے محکمہ پولیس قائم کیا ہے ایک سپاہی کا فرض ہے کہ وہ مسلمان ہندو غرض ہر شخص پر خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اپنی تلوار کھینچ لے اور مکانوں کو مسمار اور ملک کو تباہ کرے۔

قرآن شریف میں قتل مسلم کی ممانعت

مسلمانوں کو قتل کرنا حرام ہے اس لیے یہ ملازمت حرام ہے میں اجمالاً بیان کرتا ہوں۔ قرآن حکیم میں خداوند تعالیٰ نے سات جگہ مسلمانوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اور ایک جگہ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کے لیے سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ (مولانا نے متعدد آیات پڑھ کر ان کی تفسیر کی۔)

اب میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معتبر اور مصدقہ احادیث بیان کرتا ہوں جہاں حضور نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرکے کافر نہ بنیں۔ ہماری مذہبی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو کسی جائز سبب کے بغیر قتل کرنا کفر سے دوسرے درجہ پر ہے۔

حرمت شراب وغیرہ اور حرمت قتل مسلم کا فرق

بعض ایسے افعال ہیں، مثلاً شراب پینا یا سور کا گوشت کھانا جو اگرچہ مذہباً حرام ہے۔ مگر ایک مسلمان ان کا مرتکب ہو سکتا ہے اگر بادشاہ اسے قتل کی دھمکی دے کر ایسا کرنے پر مجبور کرے۔ اگر وہ بادشاہ کا حکم ماننے سے انکار کر دے۔ اور بادشاہ اسے اس جرم میں قتل کر دے تو وہ خدا کے یہاں مجرم ٹھہرایا جاتا ہے۔

دوسرے ایسے افعال بھی ہیں مثلاً روزہ افطار کرنا وغیرہ جن میں ایک مسلمان کو سزاء موت کے تحت بھی بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔ لیکن اگر ایک بادشاہ ایک مسلمان سے یہ کہے کہ تم فلاں مسلمان کو قتل کر دو ورنہ تمہیں گولی سے اڑا دیا جائیگا تو اسلام میں اس مسلمان کے لیے یہ حکم ہے کہ اپنی جان قربان کر دو مگر اپنے مسلمان بھائی کو قتل نہ کرو۔

احکام قرآنی کو دوسروں تک پہونچانا بھی مذہبی فرض ہے قرآن کریم ہمیں یہ حکم بھی دیتا ہے کہ فوج میں جا کر سپاہیوں سے کہیں کہ مسلمانوں کے لیے ایسی ملازمت کرنا حرام ہے لیکن ہم وہاں نہیں گئے اور یہ ہماری کمزوری ہے ایک عالم دین ہونے کی حیثیت سے مسلمان سپاہیوں تک یہ پیغام پہونچانا میرا فرض ہے چونکہ ملکہ وکٹوریہ نے اعلان کیا تھا کہ کسی شخص کے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔ لہٰذا جن لوگوں نے یہ بیجا مداخلت کرکے ہمیں تنگ کیا ہے وہ فی الحقیقت حکم شاہی کی خلاف ورزی کے ذمہ دار ہیں اگر کوئی مسلمان

عالمِ دین ہمیں احکامِ قرآنی کی تعمیل نہ کرنے کے لیے کہے تو ہم اس کی بات نہیں مانیں گے۔ کیونکہ ارشاد ہے
لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، خالق کی نافرمانی کر کے کسی مخلوق کی اطاعت کرنا درست نہیں۔

اس استغاثہ کے متعلق لارڈ ریڈنگ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت نہیں کی گئی مگر میں یہ معلوم کر کے خوش ہوں کہ سرکاری وکیل اور جج نے کہا ہے کہ احکامِ قرآنی کو پیشِ نظر نہیں رکھا جائے گا۔ اور اس سے بھی زیادہ خوش ہوں گا اگر لارڈ ریڈنگ مسٹر مانٹیگو اور لارڈ جارج اس بات کا اعلان کر دیں کہ مسلمانوں کو تمام احکامِ قرآن پر عمل پیرا ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ ہمارے لیے بہتر ہوگا۔ اور سوراج ۴ ماہ کے بجائے ۲ ماہ میں حاصل ہو جائے گا۔

میں ڈنکے کی چوٹ اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے لیے برطانیہ فوج میں ملازمت حرام ہے
یکم نومبر ۱۹۲۱ء کو اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا اسیرانِ جبوری کے ارکان نے فوج میں بغاوت پھیلانے یا کسی فوجی کو ملازمت سے باز رکھنے کے جرم سے ملزمین کو بری قرار دیا اور جج نے بھی اس سے اتفاق کیا البتہ زیرِ دفعات ۵۰۵ اور ۱۰۹ تعزیراتِ ہند حضرت شیخ مدظلہ العالی اور آپ کے تمام رفقاء کو دو دو سال قید بامشقت کا حکم سنایا گیا، مولانا محمد علی صاحب کو زیرِ دفعہ ۱۱۷ مزید دو سال کی سزا دی گئی مگر یہ کہ یہ دونوں سزائیں ساتھ ساتھ چلیں گی۔ اور بجائے ۴ سال کے صرف ۲ سال میں دونوں سزائیں ختم ہو جائیں گی۔

مقدمہ کا فیصلہ سنانے کے بعد حضرت مدظلہ العالی کو سابرمتی جیل اور دوسرے حضرات کو دوسری جیلوں میں بھیجدیا گیا۔

دورانِ مقدمہ میں یہ سب حضرات ایک جگہ رہے۔

اس عرصہ میں مولانا محمد علی مرحوم نے حضرت مدظلہ العالی سے ترجمہ قرآن شریف پڑھا حضرت موصوف کی خدا پرستانہ پر اخلاص زندگی کا اثر مولانا محمد علی پر یہ تھا کہ بر سرِ اجلاس حضرت کو "اپنا آقا" کہا اور پھر ہمیشہ آپ کو "چھینتا بھائی" کہا کرتے تھے۔

زمانہ جیل کی فرصت کو ہر شخص اپنے محبوب مشغلہ میں صرف کرتا ہے جن کو کھیل تفریح سے مناسبت ہوتی ہے وہ کھیل تفریح کے مواقع پیدا کرتے ہیں علم کے شوقین اپنی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں شعراء اور ادباء دیوان

مرتب کر لیتے ہیں۔ مصنفین کو تصنیف کا نادر موقع ہاتھ آتا ہے۔ حضرت مدظلہٗ العالی کا محبوب مشغلہ قرآن حکیم اور مراحل سلوک ہیں چنانچہ آپ نے مالٹا اور کراچی کی فرصت کو ان ہی مقدس مشغلوں میں صرف کیا اور علم و تقویٰ کے ساتھ حفظ قرآن کی دولت لے کر جیل خانہ سے واپس تشریف لائے۔ دامت برکاتہم۔

انجمن خدام الدین (رجسٹرڈ) نوشہرہ کے بارے میں اکابر علماء حق کے ارشادات گرامی

○ امام العارفین حضرت مولانا عبد الغفور العباسی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدینہ منورہ

(الف) انجمن خدام الدین نوشہرہ ضلع پشاور کی روئداد دیکھ کر قلب کو بے حد سرور حاصل ہوا (پاکستان تشریف آوری پر)

(ب) میں بھی آپ سب کے مدینہ منورہ میں خلوصِ دل سے دعاگو ہوں۔ (بذریعہ مکتوب گرامی از مدینہ منورہ)

○ فخر المحدثین حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اعظم حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں

(بعد منظوریٔ دعوت جلسۂ انجمن) اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپکے احباب کو اور ہم کو دونوں جہان میں کامیابی نصیب فرمائے آمین

○ شیخ الاسلام حضرت علامہ شمس الحق افغانی دامت برکاتہم سابق شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند

میں نے انجمن خدام الدین کے شعبہ ہائے خدمت کا معائنہ کیا ہے۔۔۔۔ کارکنان میں رضاء الٰہی اور خدمت دین کا صحیح جذبہ کارفرما ہے۔ ان کے کام کا پروگرام وسیع ہے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد الحق صاحب شیخ الحدیث کی ہدایات کے مطابق صحیح راہِ عمل پر گامزن ہیں مجھے امید ہے کہ اس شمع ہدایت کو زندہ رکھنے کی طرف اہل خیر خصوصی توجہ مبذول کر کے اپنے سرمایہ کو ابدی شکل میں تبدیل کر دیں گے۔

یادگارِ سلف حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ العالی ایم این اے، ناظم جمعیۃ علماءِ اسلام مغربی پاکستان

محترم الحاج مولانا احمد عبد الرحمٰن صاحب جن کو حضرت (قطب عالم شیخ التفسیر) قدس سرہٗ سے شرف صحبت و خدمت حاصل ہے۔ اس مقامی شاخ انجمن خدام الدین کو چلا رہے ہیں۔ یہ جتنے شعبوں کی خدمت بھی کریں اور جس انداز میں بھی اسلام کے بول بالا کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت و اخلاص عنایت فرمائیں گے۔

ان اکابر کے علاوہ بہت سے اہل اللہ نے بھی انجمن ہٰذا کو بنظرِ تحسین دیکھا اور اس کے ساتھ تعاون و تناصر فرمانے کا مشورہ دیا ہے۔ انجمن رجسٹرڈ ادارہ ہے اور حکومت پاکستان نے اس کے عطیات کو انکم ٹیکس سے مستثنےٰ قرار دیا ہے۔ نیز ہر سال حسابات چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ آڈٹ کرتے ہیں۔ اس وقت بہت سے اہم پروگرام تشنۂ تکمیل ہیں۔ لہٰذا اپیل کی جاتی ہے کہ ہر ممکن امداد فرما کر عند اللہ ماجور۔ والسلام، فقط

(مولانا) احمد عبد الرحمٰن صدیقی ناظم اعلیٰ انجمن خدام الدین رجسٹرڈ نوشہرہ صدر ضلع پشاور مغربی پاکستان فون ۸۸

تخمیس بر قصیدۂ متبرکہ

الحاج محمود احمد عارف خازن جامعہ مدنیہ لاہور

تیری بندی کا جنا ہوں، تیرا بندہ ہوں جلیل　　　تو مرا آقا و مولیٰ قادرِ مطلق وکیل
تیری رحمت کے سوا کیا میری بخشش کی سبیل؟　　　[1]خُذ بلطفك یا الٰهی من لهٗ زادٌ قلیل
مُفلسٌ بالصّدقِ یأتی عند بابك یا جلیل

غرقِ بحرِ معصیت ہے طالبِ لطفِ عمیم　　　کثرتِ عصیاں سے ہے بیشک سزاوارِ جحیم
[2]انتَ وهّابٌ کریمٌ انتَ توّابٌ رحیم　　　ذنبُهٗ ذنبٌ عظیمٌ فاغفرِ الذّنبَ العظیم
انّهٗ شخصٌ غریبٌ مُذنبٌ عبدٌ ذلیل

میں جوانی میں رہا ہوں رات دن مشغولِ لہو　　　یاد میں اپنی مجھے کر دے تو بس اب مست و محو
مشتقِ نسیاں کو ہے لازم خطا و جرم و سہو　　　[3]منهُ عصیانٌ و نسیانٌ و سهوٌ بعد سهو
منك احسانٌ و فضلٌ بعدَ اعطاءٍ جزیل

تیری ستّار العیوبی کی نہیں ہے کوئی حد　　　دیکھتا ہے تو مجھے اور سب مرے افعالِ بد
عفو تیری ہے صفت میری خطائیں بے عدد　　　[4]قالَ یا ربِّ ذنوبی مثلَ رملٍ لا تُعد
فاعفُ عنّی کلَّ ذنبٍ فاصفحِ الصّفحَ الجمیل

---

[1] اے الٰہی! اپنے لطف میں لے لے اُسے کہ جس کے پاس تھوڑا سا توشہ ہے۔ جو مفلس ہے تیرے دروازے پر اے جلیل سچے دل سے آتا ہے۔ [2] تو بڑا دینے والا ہے، کریم کرنے والا ہے، توبہ قبول کرنے والا ہے، رحم فرمانے والا ہے۔ اس کے گناہ بڑے گناہ ہیں۔ بڑے گناہ کو بخش دے کہ یہ بے در بے گھر آدمی ہے۔ گنہ گار ہے ذلیل بندہ ہے۔ [3] اس بندے کی طرف سے نافرمانی، بھول چوک بار بار صادر ہوتی ہے (اور) تجھ سے (اس کے مقابلے میں) احسان اور فضل بڑی بڑی خطاؤں پر مزید ہوتا رہتا ہے۔ [4] اس (بندے) نے کہا ہے کہ اے میرے رب میرے گناہ ریت کے ذرّوں کی طرح لاتعداد ہیں۔ میرا ہر گناہ بخش دے اور خوبی کے ساتھ درگزر فرما۔

کیا بتاؤں زندگانی کا میں اپنی ماحصل
باد سے تیری رہا غافل، سراپا بے عمل
سامنے میرے کھڑی اب مسکراتی ہے اجل
كَيفَ حَالِي يَا اِلٰهِي لَيسَ لِي خَيرُ العَمَل[۵]
سُوءُ اَعمَالِي كَثِيرٌ زَادُ طَاعَاتِي قَلِيل

کیا کہوں میں یا الٰہی آزمائش ہے کڑی
نفس اور شیطان بہکاتا ہے مجھکو ہر گھڑی
سب سے ہو احسن عمل پر اختتامِ زندگی
عَافِنِي[۶] مِن كُلِّ دَاءٍ وَاقضِ عَنِّي حَاجَتِي
اِنَّ لِي قَلبًا سَقِيمًا اَنتَ شَافٍ لِلعَلِيل

آخرت ہے بالیقیں دار البقا، دار السرور
یہ جہاں دار المحن، دار الفنا، دار الغرور
چھوڑ کر اک دن مجھے جانا یہاں سے ہے ضرور
اَنتَ[۷] شَافٍ اَنتَ كَافٍ فِي مُهِمَّاتِ الاُمُور
اَنتَ حَسبِي اَنتَ رَبِّي اَنتَ لِي نِعمَ الوَكِيل

صدق دے صدیق کے صدقے میں مولائے کریم
اپنے لطفِ خاص سے کر دے عطا قلبِ سلیم
فضل سے اپنے دکھا مجھ کو صراطِ مستقیم
رَبِّ[۸] هَب لِي كَنزَ فَضلِكَ اَنتَ وَهَّابٌ كَرِيم
اَعطِنِي مَا فِي ضَمِيرِي دُلَّنِي خَيرَ الدَّلِيل

میرے دل میں موت کا ہر دم ہے اک کھٹکا لگا
روز و شب اس فکر میں کٹتے ہیں میرے اے خدا
نارِ دوزخ سے بچا لینا بحق مصطفےٰ
قُل[۹] لِنَارٍ اَبرِدِي يَا رَبِّ فِي حَقِّي كَمَا
قُلتَ قُلنَا نَارُ كُونِي اَنتَ فِي حَقِّ الخَلِيل

---

۵ میری حالت کیسی ہے۔ اے میرے اللہ! میرا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ میرے بُرے عمل بہت ہیں اور توشۂ اطاعت (بہت) تھوڑا ہے۔

۶ مجھے ہر مرض سے شفا دے اور میری حاجتیں پوری فرما۔ میرے پاس بیمار دل ہے (اور) تو بیمار کو شفا بخشنے والا ہے۔ ۷ تو ہی شفا دینے والا ہے اور تو ہی اہم کاموں میں ہمارے لیے کافی ہے۔ تو میرے لیے بس کافی ہے۔ تو ہی میرا رب ہے۔ تو ہی میرے لیے بہترین وکیل ہے۔ ۸ اے میرے رب! مجھے اپنے فضل کا خزانہ بخشش دے۔ تو بہت دینے والا کریم فرما ہے جو میرے دل میں ہے وہ مجھے عطا فرما۔ مجھے بہترین راستے پر لگا۔ ۹ آگ سے فرما دے کہ میرے حق میں ٹھنڈی ہو جائے، جیسے تو نے حضرت خلیل علیہ السلام کے حق میں فرمایا تھا نَارُ كُونِي۔

ہر خطا کا کر رہے ہیں یا الٰہی اعتراف — عمر بھر کرتے رہے ہیں تیرے حکموں کے خلاف
اب گناہوں سے ہمیں کر دے تو بالکل پاک صاف — هَبْ لَنَا مُلْكًا كَبِيرًا نَجِّنَا مِمَّا نَخَافُ[۱]

رَبَّنَا إِذْ أَنْتَ قَاضٍ وَالْمُنَادِي جِبْرَئِيلُ

چھوڑ دے عارف تو اپنے سب یہ افعال قبوح — بارگاہِ قدس میں کر لے تو توبائے نصوح
کیا خبر کس دم نکل جائے تیرے تن سے یہ روح — أَيْنَ مُوسَى أَيْنَ عِيسَى أَيْنَ يَحْيَى أَيْنَ نُوحُ[۲]

أَنْتَ يَا صِدِّيقُ عَاصٍ تُبْ إِلَى الْمَوْلَى الْجَلِيلِ

لہ ہمیں تو بڑا ملک عطا فرما (اور جس چیز سے ہم ڈرتے ہیں اس سے نجات دے۔ جب اے ہمارے پروردگار تو فیصلہ دینے والا ہوگا اور جبرئیل علیہ السلام ندا دینے والے ہوں گے۔" ٥ کہاں ہیں موسیٰ علیہ السلام؟ کہاں ہیں عیسیٰ علیہ السلام؟ کہاں ہیں یحییٰ علیہ السلام؟ اور کہاں ہیں نوح علیہ السلام؟ اے صدیق تو گنہگار ہے اپنے مولائے جلیل سے توبہ کر۔

مولانا شاہ زید ابو الحسن فاروقی خانقاہ حضرت شاہ ابو الخیر دہلویؒ

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس اللہ سرہ العزیز

آخری قسط

تصنیفات : آپ کے مختصر رسائل ہیں ۔ نماز حقیقی وصوری اور توحید کے بیان میں اور تفسیر اعوذ ، بسم اللہ وسورہ فاتحہ وسورۂ والشمس وسورۂ اخلاص وسورۂ فلق وسورۂ ناس وآیت ھو معکم وا اینما تولوا وترجمہ دعائے قنوت ورسالۂ ناتمام در سلوک جو رقعات میں نمبر ۶۲ ہے اور شرح رباعیات سلسلۃ الاحرار ۔ اس کے علاوہ آپ کا منظوم کلام ہے جو بہت ہی لطیف وشیریں و درد آمیز ہے ۔ دو مثنویاں ہیں اور دو تواریخ تولد برخورداران ۔ ایک ساقی نامہ اور ایک سلسلۂ پیرانِ طریقت اور کچھ رباعیاں اور فرد آپ کے ایک ایک لفظ سے آپ کے سوز و دروں کا پتہ چلتا ہے ۔ آپ نے فرمایا ہے :

صحرا نشین ز سیل حذر کن کہ آتشیں   تر میکنم بگریہ وا فسردہ می روم
آں گلبنم بباغ تو کز یک نسیم لطف   نشگفتہ ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

آپ نے شرح رباعیات سلسلۃ الاحرار میں توحید وجودی کے اسرار بیان فرمائے ہیں ۔ یہ شرح آپ نے سنہ ۱۰۰۰ھ میں تحریر فرمائی ہے ۔ جامع ملفوظات نے اس سلسلہ میں لکھا ہے ۔

" بجہت رعایت ظاہر شریعت ازیں تصنیف خود کہ سخنِ وحدت وجود درانجا بخوب ترین تدقیقات بیین است ناراضی بودند و میفرمودند از ما ایں تصنیف خوب واقع نہ شدہ و میفرمودند کہ محقق شد کہ درائے توحید راہے است وسیع و راہ توحید نسبت بہ آں شاہراہ کوچہ تنگی پیش نیست (صہ ۹۷ قلمی) ، یعنی ظاہر شریعت کی رعایت کی وجہ سے آپ اپنی اس تالیف سے جس میں وحدت وجود کے دقیق مسائل اچھے پیرایہ سے بیان کیے گئے

ہیں خوش نہ تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تالیف لکھ کر میں نے خوب نہیں کیا ہے۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ محقق یعنی ثابت ہو گیا ہے کہ اس مسلک توحید کے بعد ایک اور فراخ شاہراہ ہے۔ اس شاہراہ کے مقابلہ میں توحید وجودی کا راستہ ایک تنگ کوچہ سے زائد نہیں"۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کی بعض رباعیوں کی شرح لکھی ہے۔ اس کے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔

" مؤید ایں معنی است آنچہ فضائل پناہی شیخ عبدالخالق کہ از مخلصان حضرت خواجہ ما است نقل کردند کہ حضرت خواجہ قبل ایام رحلت میفرمودند کہ مارا بیقین، یقین معلوم شدہ است کہ توحید کوچۂ تنگ است شاہراہ دیگر است" یعنی اس بیان کی تائید فضائل پناہی شیخ عبدالحق (محدث دہلوی) جو ہمارے حضرت خواجہ کے مخلصین میں سے ہیں کے قول سے ہوتی ہے کہ حضرت خواجہ نے ایام ارتحال سے پہلے فرمایا کہ مجھ کو پوری طرح یقین ہو گیا ہے کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے شاہراہ اور ہے۔

آپ کا نسب

جامع ملفوظات اور صاحب زبدۃ المقامات نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں لکھا ہے حضرت القدس کا پہلا حصہ جس میں آپ کے حالات ہیں۔ اس عاجز کے پاس نہیں البتہ اردو ترجمہ جو لاہور میں چھپا موجود ہے۔ ترجمہ جناب احمد حسین خاں امروہوی حیدر آبادی نے کیا۔ آپ نے حضرت کے اسم گرامی کے ساتھ سید لکھا ہے۔ اور پھر صفحہ ۲۱۵ پر آپ کے پدر بزرگوار کا نام اس طرح لکھا ہے: "حضرت کے والد بزرگوار کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی ہے"۔ غالباً جناب احمد حسین خاں صاحب کو خیال ہوا ہے کہ خلجی کسی جگہ کا نام ہے جو مضافات سمرقند میں ہوگا۔ اس لیے آپ نے قریشی کا اضافہ فرما دیا ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد خلیفہ حضرت شاہ غلام علی نے ۱۲۴۹ھ کو جواہر علویہ لکھی ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں

" سمرقندی الاصل کابلی المولد اند خلج بودہ اند از جانب والدہ بحضرت شیخ عمر باغستانی کہ جد مادری حضرت خواجہ احرار اند می رسند" یعنی آپ کا وطن سمرقند ہے اور ولادت آپ کی کابل میں ہوئی ہے۔ آپ خلج تھے اور والدہ کی جانب سے حضرت شیخ عمر باغستانی کی اولاد ہیں جو کہ حضرت خواجہ احرار کے نانا تھے (ص ۲۴ قلمی)"

زبدۃ المقامات میں آپ کی والدۂ مبارکہ کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

"مخفی نماند کہ والدۂ ماجدۂ آنحضرت از دودمان سیادت بود"۔ ص۱۳ قلمی۔ یعنی آپ کی والدہ ماجدہ سادات میں تھیں۔ حضرات القدس کے ترجمہ میں ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ شیخ عمر باغستانی کی اولاد میں سے تھیں اور نانی صاحبہ سادات میں تھیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ معروف بخواجہ کلاں کا ایک رسالہ مبلغ الرجال ہے۔ اس میں لکھا ہے:"گوید بندۂ سر افگندہ شرمندہ از کردار تباہ سراپا گناہ خانہ زاد خواجۂ آفاق سبط آل النبی۔ الخ۔ اس عبارت میں آپ نے اپنے والد ماجد کو آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ لکھا ہے۔ اس عبارت سے زبدۃ المقامات کی عبارت کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ سادات میں تھیں۔ مبلغ الرجال کی عبارت سے بعض افراد کو خیال ہو گیا کہ آپ سیّد ہیں۔ اگر آپ سید ہوتے تو خواجۂ کلاں آپ کو آل نبی تحریر کرتے۔ آل نبی کے نواسہ کے کیا معنی —؟

چونکہ آپ کے مزار پر انوار کے متولی صاحبان اپنے آپ کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے ہیں اور اپنے کو سید کہتے ہیں اس لیے جناب احمد حسین خاں صاحب نے حضرات القدس کے ترجمہ میں سید کا اضافہ کر دیا ہے آپ نے خود بھی اپنے نسب کے متعلق ترک لکھا ہے۔ آپ نے خواجۂ خورد کی تاریخ ولادت میں کہا ہے ؎

شکر ہندی و گلِ ترک زاد گل شکرے بو العجبے دست داد

یعنی یہ فرزند ایسا گلقند ہے کہ قند ہندی ہے اور پھول ترکی ہے۔ خلج کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ یہ ترک نسل ایک شاخ ہے۔ حضرت نے بھی گل ترک زاد فرما کر خلج کو ترک قرار دیا ہے۔ سردار فیض محمد خاں زکریا محمد زائی کابلی نے اس عاجز سے کہا ہے کہ ان کی تحقیق کی رو سے خلج افغان قوم کی شاخ ہے۔ سردار صاحب اس سلسلہ میں ایک مضمون لکھا ہے جو فرانس کے کسی مجلہ میں چھپا ہے[ل]

ل خلجیوں کے نسب کے بارے میں قدیم مورخین میں اختلافات رائے پایا جاتا ہے۔ نظام الدین احمد بخشی (المتوفی ۱۰۰۳ھ) نے اپنی کتاب طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ یہ لوگ چنگیز خاں کے داماد قالج خاں کی نسل سے ہیں۔ اس نسبت سے قالجی کہلاتے ہیں۔ الف کثرت استعمال سے گر گیا اور ق۔ خ سے بدل گیا۔ اسی طرح قالجی سے خلجی ہو گیا۔ (طبقات اکبری ص۱۱۶) صاحب طبقات اکبری کے اس بیان کی توثیق ان تاریخی حقائق سے بھی ہوتی ہے کہ جلال الدین خلجی اور علاؤ الدین خلجی جو ہندوستان میں خلجیوں کی حکومت کے بانی تھے نسل چنگیزی سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ الغو خاں چنگیز خاں کا نواسہ، جلال الدین خلجی کا حقیقی داماد تھا۔ اور یہ چار ہزار

مردوں اور عورتوں کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو کر ہندوستان میں سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ علاؤ الدین خلجی کے بیٹوں کے نام بھی خضر خاں۔ شادی خاں اور مبارک خاں تھے۔ جس سے خلجیوں کا باعتبار نسب "چنگیزی" ہونا ظاہر ہوتا ہے: تاہم صاحب طبقات نے سلجوق نامہ کے حوالہ سے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس بنیاد پر خلجی، ترک قرار پاتے ہیں۔

فخر مدبر۔ ابن حوقل صاحب حدود العالم اور بارتولڈ (BARTOLED) وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے کہ خلجی اصلاً ترک تھے اور افغانستان کے ایک علاقہ جو "خلج" کے نام سے موسوم تھے۔ مؤلف حضرات القدس اور صاحب جواہر علویہ کے بیان کے مطابق حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو خلج یا خلجی مانا جائے تو مذکورہ بالا دوسری روایت سے حضرت کے ترک نژاد ہونے کی تصدیق ہوتی ہے، اور یہی حقیقت حضرت زید صاحب نے خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ باقی کے نسب کے متعلق ظاہر فرمائی ہے (حیرت کاظمی ....)

حضرت کا مزار پُر انوار دِلّی (شاہجہاں آباد) کی فصیل (اب صرف نقشوں میں اس کا وجود ہے) کے باہر جہت غرب لاہوری دروازہ سے تقریباً چار فرلانگ قدرے مائل بہ جنوب قطب روڈ پر واقع ہے جو کہ شمالاً جنوباً ہے قطب روڈ سے عیدگاہ کو غرباً ایک راستہ گیا ہے اس کا نام عیدگاہ روڈ ہے۔ جہاں سے عیدگاہ روڈ نکلی ہے اس کے مقام اتصال کے جنوبی کونہ پر قبرستان واقع ہے، یہ آپ ہی کا قبرستان ہے۔ آپ وہاں آرام فرما رہے ہیں۔ مزار پُر انوار کی چاردیواری کی شرقی جہت میں آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر ہے۔ مزار شریف کے جہت شمال مسجد شریف کا صحن ہے آپ کے جوار میں ہزارہا بندگانِ خدا راحت کی نیند (نَمْ كَنَوْمِ الْعَرُوْسِ) سو رہے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس عاجز کے جد امجد حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہٗ نے آپ کے وصال کی تاریخ اس طرح پر کہی ہے

مصدر فیض خواجۂ باقی — قبلۂ دین و کعبہ ارشاد
داشت خلوت در انجمن دائم — باخدا وز ماسویٰ آزاد !!
چوں برفتہ ز عالمِ فانی — گشت از فتنش جہاں برباد
صد ہزاراں بہ ہر زماں ہر دم — رحمتِ حق بہ روحِ پاکش باد

سال وصلش عمر چناں گفتہ
جنت عدن را بجد آباد

---

۱۰ ھ ۱۲

محترم محمود احمد عارف

جذباتِ غم

برانتقال حضرت مولانا جالندھری رحمہ اللہ

•

محمد علیؒ چل دیے سوئے عقبےٰ
وحید و فرید و خطیب زماں

وہ عالم بھی تھے، عالم با عمل
علومِ حقیقت کے اِک ترجماں

سراپا خلوص و محبت تھے وہ
اور اک عزم و ہمّت کا عالی نشاں

ذہانت، فطانت میں بے مثل تھے
عجب دل نشیں ان کا طرزِ بیاں

وہ شیدائے ختمِ نبوّت گیا
امیرِ شریعتؒ کی رُوحِ رواں

انھیں عبدِ قادرؒ سے نسبت تھی خاص
جو شیخ طریقت تھے، قطبِ زماں

رفیقِ بخاریؒ، وہ تلمیذِ انورؒ
وہ خیرِ محمدؒ کے تھے رازداں

جو گل شیرؒ و افضلؒ کا تھا ہم نشیں
وہ نکتہ رس و بے بدل اب کہاں

وہ احسان احمدؒ کا ہم راز تھا
دل و جاں سے تھا غوثؒ کا قدرداں

وہ تاجؒ و حسامؒ اور شہؒ کا رفیق
سبھی معترف جس کے پیر و جواں

رفاقت میں جس کی محمد حیاتؒ
مٹاتے رہے فتنۂ قادیاں

یکے از مشیرانِ محمود تھا
وہ اختر و اشعر پہ تھا مہرباں

شب و روز ترویج حق کے لیے
رہا زندگی بھر رواں و دواں

سدا اس پہ ہو رحمتِ ذوالجلال
بحقِ محمد شہِ دو جہاں

◆◆◆◆◆

جامعہ مدنیّہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ العالی کی نظر میں

حامداً مصلّیاً مسلّماً

امابعد۔ احقر آج صبح بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ۹۱ ۱۳ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۷۱ء بروز چہارشنبہ جامعہ مدنیہ میں حاضر ہوا۔

جامعہ ہٰذا کی ابتداء سے آج تک میں اس سے قریبی تعلق رکھتا ہوں۔ اور وقتاً فوقتاً حاضر ہوتا رہتا ہوں۔ مدرسہ ہٰذا کے بانی و مہتمم میرے مخدوم مکرم استاذ محترم حضرت مولانا السید محمد میاں صاحب مدظلہم العالی کے خلف الرشید ہیں۔ اور شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرّہٗ العزیز کے خلیفہ مجاز ہیں۔ اس لیے اس ادارہ کی ترقی سے جو مسرت مجھے محسوس ہوتی ہے۔ شاید ہی کسی کو ہو۔

پاکستان میں ایسے دینی ادارے دینی علوم و معارف کی حفاظت کے لیے مضبوط قلعوں کا کام دے رہے ہیں۔ خدا کرے کہ اس ادارے کو جیسے کہ یہ روبہ ترقی ہے اور ترقی نصیب ہو اور حضرت مہتمم اور دوسرے کارکنانِ مدرسہ کی للّٰہیت اور خلوص میں اور اضافہ ہو۔

وانا الاحقر الافقر محمود عفا اللہ عنہ

ناظم عمومی جمعیتہ علماء اسلام پاکستان و ممبر قومی اسمبلی پاکستان و خادم العلوم بقاسم العلوم ملتان و ناظمِ اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شاعرِ اسلام سیّد امین گیلانی

غزل

توکّل کی اگر دولت تجھے حاصل نہیں ہوگی
کوئی دُنیا کی شے وجہِ سکونِ دل نہیں ہوگی

اگر تجھ کو سراپا، درد بن جانا نہیں آتا
تو پھر اے زندگی تُو پیار کے قابل نہیں ہوگی

تُو جس انداز میں آئے، تجھے پہچانتے ہیں ہم
طبیعت تجھ پہ اے دُنیا کبھی مائل نہیں ہوگی

اِسی قابل تجھے سمجھا، وہ غم دے کر تجھے خوش ہیں
مسرّت کوئی بھی اے دِل ترے قابِل نہیں ہوگی

بَس اتنا ہے، غمِ جاں سے مقدّم ہو غمِ جاناں
یہ مشکل جب بھی حَل کرلی، کوئی مشکل نہیں ہوگی

وہ پہنچے غیر تک، جس آرزو کے بَل پہ زندہ ہو
یقیناً یہ تمہاری آرزو، اے دل نہیں ہوگی

تمنّاؤں کے مَرکب سے نہ تُو اُترا جو اے راکب
تو جس منزل پہ پہنچے گا تِری منزل نہیں ہوگی

امیںؔ نفرت کرو تم بھی جو نفرت کرنے والوں سے
تمہاری زندگی پھر پیار کے قابِل نہیں ہوگی

○○○

جامعہ مدنیہ
کی
امداد فرما کر ماجور ہوں!

امسال جامعہ مدنیہ لاہور میں ایسے طلبہ ایک سو ساٹھ (۱۶۰) کے قریب ہیں، جو ملک کے مختلف صوبوں کے علاوہ برما، بدخشاں اور کشمیر وغیرہ سے آئے ہوئے ہیں۔ ان طلبہ کے مصارف خورد و نوش اور رہائش و تعلیم، تیمارداری اور دیگر ضروریات لباس وغیرہ بذمہ جامعہ ہیں۔ ان کے علاوہ مقامی بچوں سمیت تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد تقریباً پانچ سو ہے۔ ماہانہ مصارف مطبخ و اساتذہ و عملہ آٹھ ہزار روپے ہیں۔ جامعہ کو اس وقت مالی مشکلات کا سامنا ہے۔ آپ حضرات سے استدعا ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ امداد فرما کر ماجور ہوں۔ اِنَّ اللہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

منتظمینِ مدارس سے درخواست

میرا بھتیجا نصر اللہ ولد محمد عمر، عمر ۱۵ سال قد درمیانہ، رنگ گندمی، پنڈلی پر زخم کا نشان کسی مدرسے میں داخل ہو تو براہِ کرم مجھے مطلع فرما کر ممنون فرمایا جائے۔
حامد علی ناظم مدرسہ اشرفیہ تعلیم القرآن حسن ابدال ضلع کیمبلپور۔